امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ جناب داؤد حسن مرحوم
■ کتابوں کی دنیا
■ مسلمان کیا کریں
■ پنچایتوں کو بااختیار بنانے کی ضرورت
■ نفرت کو محبت سے بدلیے
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 10 مورخہ ۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۵/ مارچ ۲۰۱۸ء روز سوموار

تبرکات

قانون کا بنیادی مقصد

امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ

قانون کا مقصد، فرد کی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانا ہے، ایک معیاری سماج کی بنیاد ڈالنا ہی قانون کا سب سے اعلیٰ مقصد ہے، قانون منظّم اور پرامن سماج قائم کرتا ہے؛ تاکہ فرد کی مختلف ضرورتیں پوری ہوسکیں اور انسانی زندگی کی معیار کی ترقی ہوسکے، اپنے مقصد کے نقطۂ نگاہ سے قانون اخلاقی زندگی کی تخلیق کرنا چاہتا ہے۔

فرد کی بلند تر زندگی کی تعمیر، معیاری اور پرامن سماج کی تشکیل اور اخلاقی زندگی کی تخلیق قانون کے دائرہ میں آجاتے ہیں، اس مقصد کے حصول کی خاطر اصول وضوابط کے ساتھ قانون کے لیے ایسی قوت کی بھی ضرورت ہے، جو ان اصول وضوابط کو اپنی تمام تر نزاکتوں کے ساتھ نافذ کرا سکے؛ اس لیے قانون کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ!

’’خیالوں اور عادتوں کا وہ مستقل جز جو واضح طور پر منظور ہوچکا ہو اور جس کے پیچھے سرکار کی سند اور طاقت ہو‘‘۔

مفکرین قانون کے خیال کے مطابق، قانون کے بلند مقاصد، فرد، سماج اور اخلاقی زندگی کو اپنے دائرہ میں لئے ہوئے ہیں، وہ ریاست کے لیے خود مختار قوت کو لازمی عنصر سمجھتے ہیں، یہ قوت لامحدود ہے، جسے قانون کی وسعت کبھی سمیٹ نہیں سکتی، بلکہ خود وسیع تر قانون کو مزید وسعت دے سکتی ہے، ریاست کی یہ انتہائی قوت دراصل مذہب کے اس عقیدہ کا عکس ہے، جس میں خدا کو انتہائی قوت کا مالک تسلیم کیا جاتا ہے۔

مفکرین کے نقطۂ نگاہ کے پیش نظر اگر ہم یہ سمجھیں تو غلط نہ ہوگا کہ قانون کے نئے تصور کے تحت زندگی کا ہر شعبہ قانون اور قانون ساز قوت سے وابستہ ہے اور قانون اور قانون ساز قوت نے انسانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کی ہمہ جہت ترقی کی ذمہ داری قبول کی ہے، قانون ساز ادارے جو ریاست کی خود مختار قوت کا مظہر ہوتے ہیں، قانون کے مذکورہ مقاصد کے حصول کا عہد کرتے ہیں، قانون ساز اداروں کے ارکان (موجودہ دور میں اکثر) عوام کے منتخب نمائندے ہوتے ہیں اور عوامی رسم ورواج، عادات وخصوصیات اور عوام کی خواہشوں کے پیش نظر، اپنی عقل کے مطابق مستقبل کی تعمیر کے لیے قوانین بناتے ہیں، اس طرح قانون نئے عہد میں عوام اور عوام کے نمائندوں کی ضرورتوں اور خواہشات کی مساویانہ تکمیل کا ایک مضبوط طریقہ ہے۔

آزادی کے اس عہد میں جب کہ انسان کو ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد کردینا کمال سمجھا جاتا ہے، نہ ضرورتوں کی تفصیل متعین کی جاسکتی ہے اور نہ خواہشوں کی حد؛ کیوں کہ ایسی ہر فہرست پر جب نظر ثانی کی جائے گی، آزاد پسند مزاج کی ضرورتیں اور خواہشیں اس فہرست کے مقابلہ میں پھیل چکی ہوں گی، عوام کی رضا اور مرضیات کے نعروں ہی کا کرشمہ ہے کہ روزانہ کوئی نہ کوئی قانون قابل ترمیم نظر آنے لگتا ہے، مضبوط حقیقتوں کو ہٹا کر نئی حقیقتوں کو ڈھونڈنے کی ضرورت پڑتی ہے اور انسانی عقل کا پیمانہ روز نئی شراب کی تلاش میں دریوزہ گری کرتا نظر آتا ہے، قانون اور اختیار کی نئی تشریح نے ابدی صداقتوں، غیر متزلزل حقیقتوں اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کے وجود کو تسلیم کرنے سے بھی عملاً انکار کردیا ہے اور رائے عامہ کے نام پر زنا، شراب نوشی، ہم جنسی، اسقاط حمل کا قانونی جواز نکالا جارہا ہے، عدل وانصاف، شرافت نفس اور احتیاط نظر کی نئی تعبیریں تلاش کی جانے لگی ہیں؛ اس لیے اگر یہ کہا جائے تو حقیقت کو شرمسار نہ ہونا پڑے گا کہ عملاً قانون موہوم ضرورتوں اور لامحدود خواہشوں کی مساویانہ تکمیل کا پروقار ذریعہ بنتا جارہا ہے، اب تک کوئی ایسا عامل مفکرین قانون نہیں تلاش کرسکے جو ان ضرورتوں کو محدود رکھ سکے اور خواہشوں پر قابو پاسکے۔

یہ صحیح ہے کہ مفکرین قانون کے ذہن میں اپنے اپنے انداز فکر کے مطابق کچھ اعلیٰ اصول، قدریں اور بنیادیں ہوں گی؛ لیکن مختلف ذہنوں میں پائی جانے والی چیزوں کی بلندی اور پستی کے ناپنے کا کوئی متعین اصول نہیں ہے اور نہ یہ چیزیں مربوط اور مفکرین کا اجتماعی سرمایہ کہی جاسکتی ہیں، اس طرح صرف قانون ہے جسے انسانی زندگی کی کشتی کو ساحلِ حیات سے لگانا ہے، مفکرین کے نزدیک تغیر پذیر قانون سے علاحدہ کوئی مستقل اور غیر متزلزل اخلاقی قدروں کا کم از کم عملاً وجود نہیں ہے اور موجودہ فکر ونظر کے مطابق ریاست کی خود مختار قوت، قانون ساز اداروں کی اہمیت اور ان کے ذریعہ سامنے آئے ہوئے قوانین، خدا کی لامحدود قوت اور اس کے دیئے ہوئے اصول وقوانین کا بدل بن چکے ہیں۔

لیکن جب ریاست کے عملی خدوخال واضح کئے جاتے ہیں تو اخلاق اور مذہب کا نام ضرور آتا ہے اور مفکرین قانون کی یہ تحریریں بھی ملتی ہیں کہ! ’’قانون، انسان کے خارجی کردار کو متاثر کرتا ہے، اخلاق انسان کے اندر کا پاک جذبہ ہے، اور قانون کی حکومت سماجی زندگی کے خارجی کردار پر ہوتی ہے، داخلی کردار کو تابع رکھنے والے اخلاقی قانون ہوتے ہیں‘‘۔

اسی طرح قانون اور اخلاق کی سرحدیں الگ ہوجاتی ہیں؛ لیکن عملی اور فکری اعتبار سے اخلاق کو قانون کے ایک ذیلی عنوان کا درجہ دیا گیا ہے، ورنہ اخلاق کی واضح بنیادوں اور مسلمہ اصولوں کو رائے عامہ کے نام پر تغیر پذیر نہیں بنایا جاتا اور نہ اخلاق کی اعلیٰ قدروں کو تسلیم کرنے سے عملاً انکار کیا جاتا، کچھ یہی صورت حال مذہب کی بھی ہے، مذہبی نقطۂ نگاہ سے اقتدار اعلیٰ اور لامحدود قوت خدا کو حاصل ہے، مذہب کو قبول کرنے کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے کہ زندگی کے ہر گوشہ میں اس اقتدار اعلیٰ کے فرمان کو رہنما مان لیا جائے، اطاعت وفرمانبرداری اسی کی ہو اور دوسری کوئی اطاعت اگر ہوسکتی ہے تو صرف اس لیے کہ مقتدر اعلیٰ نے اس کا حکم یا اجازت دی ہے، مفکرین قانون ریاست کو مقتدر اعلیٰ قرار دیا ہے، اس طرح مذہب کی بنیادی اینٹ ہی کھسک جاتی ہے، پھر بھی ہمیں اخلاق کی طرح مذہب کے متعلق بھی تحریریں ملتی ہیں اور مذہب کی اہمیت کو بھی قبول کیا جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کئی وجہیں ہیں: (۱) سب سے اہم چیز انسان کی فطرت ہے، جو اسے مذہب کو ماننے اور اخلاق کو قبول کرنے پر ابھارتی ہے، یہ فطری صلاحیت یا فطری عمل برابر جاری رہتا ہے اور زندگی کے مختلف موڑ پر انسان کی دستگیری کرتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تجربات کے تپتے صحرا سے گذرتے ہوئے ایک فلسفی کہہ اٹھتا ہے کہ مذہبی جبلت انسان میں ایسی ہی فطری ہے، جیسے چڑیوں میں گھونسلہ بنانا ان کی فطرت میں داخل ہے۔

(۲) صرف قانون کی بنیاد پر اگر زندگی کا نظام استوار کیا جائے تو بہت سی خامیاں ناقابل اصلاح ہوجائیں گی، جب کہ ذہن اس کی اصلاح بھی ضروری سمجھتا ہے، تنگ نظری، کبر، حسد، غیر اخلاقی چیزیں ہیں، جن کے برے اثرات فرد اور معاشرہ کی زندگی پر پڑتے ہیں اور کبھی یہ اثرات بڑے دوررس ہوتے ہیں؛ لیکن قانون کا ہاتھ اس وقت تک ان امراض میں مبتلا شخص کو اپنی گرفت میں نہیں لاسکتا، جب تک ان خیالوں یا ان کے اثرات سے معاشرہ میں محسوس نتائج نہیں ابھرتے، ایسے مرحلہ میں قانون سے علاحدہ کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے، جس کے سہارے اس طرح کے خیالات پر قابو پایا جاسکے، ایسی چیز مذہب اور اخلاق ہی ہوسکتی ہے؛ کیوں کہ اخلاقی حس اور مذہبی جذبہ ہی ان خیالات کو روک سکتا ہے؛ اسی لیے ایک مفکر تسلیم کرتا ہے کہ! ’’نفس انسانی کا جوہر مذہبی احساس ہے اور تمدنی زندگی کے لیے مذہب بمنزلہ روح کے ہے‘‘۔

(۳) اخلاق اور مذہب سے الگ ہوکر یا انہیں تابع بنا کر جو قوانین انسانی زندگی کی رہنمائی کے لیے تلاش کئے گئے، انہوں نے انسان کو وہ فوائد نہیں پہنچائے، جس کی توقع ان سے کی گئی تھی، ان سے زندگی کے بکھرے اور الجھے مسائل سلجھ نہیں سکے، جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ چیزیں قانون کے دائرہ کار سے حقیقت میں علاحدہ تھیں، قانون کی بے بسی، سوچنے والے ذہن کو مذہب اور اخلاق کی طرف لے جاتی ہے؛ لیکن عقل ذرا دیر سے اپنی بے بسی قبول کیا کرتی ہے، اس نے آسانی سے زچ ہونا نہیں سیکھا ہے۔

اب تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ! (۱) قوانین اپنے رہنما اصولوں اور تفصیلات سمیت ہمیں بتلاتے ہیں کہ اقتدار اعلیٰ ریاست کے ہاتھوں ہے اور قانون اقتدار اعلیٰ کی قوت کا نتیجہ ہے۔

(۲) قانون کی تہہ میں عوام کی ضرورت اور خواہش ہوتی ہے، جسے عوام کے نمائندے اپنی عقل کے سہارے قانون کی شکل دیتے ہیں۔ (**بقیہ صفحہ: ۱۰/ پر**)

عالم ربانی

’’وارث نبی، عالم ربانی اور فقیہ وہ ہوتا ہے، جو ہر لمحہ اپنی زندگی کی نگرانی کرتا رہتا ہے، اسے ہر وقت اس بات کی فکر رہتی ہے کہ آیا میں دین کے تقاضوں کو پورا کررہا ہوں، یا نہیں؟ اس کے ساتھ اسے یہ فکر بھی ہو کہ میرے ماں باپ، میرے بھائی، بہن، میری بستی میں رہنے والے، اس دھرتی پر رہنے والے انسان کس طرح اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے والے بن جائیں؟ وہ اپنے بھائیوں کے لیے تڑپنے کے ساتھ اپنے

بلا تبصرہ

’’آج کل گھوٹالہ بھی چلتا ہے، پھر جانچ چلتی ہے، جانچ چلتے ہی گھوٹالہ تھم جاتا ہے، گھوٹالہ تھما دیکھ جانچ تھم جاتی ہے، جانچ کے تھمتے ہی گھوٹالہ چلتا ہے، گھوٹالہ اور جانچ دو قدموں کی طرح ہیں، ایک تھمتا ہے تو دوسرا چلتا ہے، زیادہ کون چلتا ہے؟ وہی جو دونوں قدموں کو چلاتا ہے، جب دونوں قدم تھک جاتے ہیں تو وہ کرسی پر بیٹھ جاتا ہے، وہیں سے ملک کی ترقی کی روپ ریکھا بنتی ہے۔ گھوٹالوں کی پرتیں بن رہی ہیں، جلد ہی ان کا

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا انجام:

﴿ کیا ہم ایمان والوں اور نیکوکاروں کو زمین میں فساد پھیلانے والوں کے برابر کردیں گے، یا پرہیزگاروں اور بدکاروں کے برابر کردیں گے، (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا)۔ ﴾ (سورۂ ص: ۲۸)

مطلب : عقل اور فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ دیندار اور نیکوکار انسانوں کے سروں پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے اور بدکرداروں کو اس کے انجام بد کی سزا دی جائے، جو لوگ اللہ کی بندگی کرتے ہیں اور خدا ترسی کی زندگی گذارتے ہیں، بلاشبہ وہ سماج و معاشرہ میں وقعت و احترام کی نگاہوں سے تو دیکھے ہی جاتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کے حضور بھی انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے، اللہ کا وعدہ ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو، یا عورت، بشرطیکہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور خوشگوار زندگی عطا کریں گے؛ لیکن جو لوگ ظلم و زیادتی، بغاوت و سرکشی کے ذریعہ انسانی معاشرہ کو تباہ و برباد کرتے ہیں، بدامنی پھیلانے کے لیے نئے نئے منصوبے تراشتے ہیں اور نظام امن کو بگاڑنے کے لیے کسی بھی موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میری عدالت قائم ہوگی تو ظالموں اور جابروں کی گردنیں پکڑ کر انصاف کے کٹھرے پر کھڑا کریں گے اور ایسے بد باطن و بدکردار کو سخت ترین سزا دیں گے۔ آج جو لوگ مال و دولت کے نشہ میں مدہوش ہیں، کفر و عناد کی ساری سرحدوں کو پار کر چکے ہیں، وہ کل قیامت کے دن اپنے کئے کرتوتوں کی سزا پائیں گے، ان کی پیشانی پر ذلت و نکبت کے سیاہ دھبے لگے ہوں گے اور ندامت و شرمندگی سے منہ چھپائے پھریں گے، مگر وہاں کوئی جائے پناہ نہیں ہوگا۔ مذکورہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نیک و بد کے انجام کو بیان فرما کر نیکوکاروں کے لیے بشارت دی ہے اور بدکاروں کو اپنی حرکتوں سے باز آنے کی تاکید کی ہے اور ایمان و عمل کی زندگی گذارنے کی تعلیم دی، زمانے کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا میں وہ تمام افراد ہمیشہ گھاٹے میں رہیں ہیں اور برباد و ہلاک ہوئے ہیں، جو ایمان و عمل صالح سے محروم تھے اور جنہوں نے اطاعت و فرمانبرداری اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اختیار کیا، وہ کامیاب اور بامراد ہوئے اور جنہوں نے طغیان و سرکشی کی، ان کے نام و نشان تک مٹ گئے، ہم بھی ایک باکردار انسان کی حیثیت سے زندگی گذاریں اور دنیا کو بھی باکردار بنانے کی کوشش کریں۔

جوانی کو غنیمت جانئے:

{حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا: انصاف پسند بادشاہ، ایسا جوان جو اپنے پروردگار کی عبادت میں پلا بڑھا ہو، وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہو، وہ دو لوگ جو اللہ کی خاطر محبت کرتے ہوں، ملاقات کرتے ہوں تو اللہ کی خاطر اور الگ ہوتے ہوں تو اللہ کی خاطر، وہ آدمی جس کو خوبصورت عورت گناہ کی طرف بلائے تو وہ کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ آدمی جو صدقہ چھپ کر کرے، یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوجائیں۔} (مسلم)

وضاحت : اس حدیث شریف میں محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب بندے کا اپنے پروردگار سے تعلق مضبوط ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ رحمت میں ڈھانپ لیتے ہیں اور انعام و اکرام سے نوازتے ہیں، اللہ کی بندگی اور لوگوں کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے دو قسمیں کی گئی ہیں، انسانوں کا انسانوں سے تعلق اور انسانوں اور رب کا تعلق، ان سات لوگوں میں چار پہلی قسم میں آئے اور باقی تین کا شمار دوسری قسم سے ہوتا ہے، وہ نوجوان جو اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں رہتا تو اس کے نتیجہ میں اس کی تمام خواہشات خیر کے تابع ہوجاتی ہیں، اس میں نوجوانوں کے لیے اس بات کی رہنمائی ہے کہ اگر وہ بھری جوانی اور طاقت و قوت کی عمر میں اطاعت کی راہ پر گامزن ہو تو ان کا بڑھاپا بھی قابل ستائش ہوتا ہے اور اگر جوانی بے لگام ہوجاتی ہے تو اس کے مصیبتیں بھی عام ہوجاتی ہیں اور اس سے برے اثرات سماج اور معاشرہ پر پڑنے لگتے ہیں؛ اس لیے نوجوانوں کی اصلاح و تربیت کی فکر پر خاص توجہ دینی چاہیے؛ تاکہ اس کو زندگی کے تمام میدانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو اور وہ خود اپنے لیے اور اپنے معاشرہ کے لیے صحیح اور مفید کام کرنے والا بن جائے اور ہر نوجوان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ زندگی صرف اور صرف ایک بار ملتی ہے اور یہ مرنے کے بعد ختم ہوجائے گی، جوانی کا معامہ بھی ایسا ہی معاملہ ہے کہ وہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آتی ہے، دنیاوی اعتبار سے آدمی اپنی جوانی میں اپنے بڑھاپے کا انتظام کرتا ہے، جبکہ بڑھاپے اور پیرانہ سالی خود اس بات کی علامت ہے کہ زندگی کا سفر ختم ہونے پر ہے تو پھر کیوں نہ جوانی کے محدود زمانہ کو آنے والے لامحدود زمانے کے لیے سعادت اور فلاح کا زمانہ بنایا جائے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو: بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، فقیری سے پہلے مالداری کو، مشغولیت سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر نوجوان کو پاک دامن، شریفانہ زندگی گذارنی چاہیے؛ تاکہ آخرت کی زندگی

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

قرآن کریم کو بلا وضو چھونا:

کیا قرآن کریم چھونے کے لیے وضو ضروری ہے، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قرآن کریم چھونے کے لیے وضو ضروری نہیں ہے، بلا وضو بھی چھو سکتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مقدس اور باعظمت کتاب ہے، اس کو بلا وضو براہ راست چھونا شرعاً جائز نہیں ہے، قرآن کریم، احادیث نبویہ اور آثار صحابہ سے یہی ثابت ہے، حضرات ائمہ اربعہ اور جمہور علما کا یہی موقف ہے، جو حضرات کہتے ہیں کہ قرآن کریم چھونے کے لیے وضو ضروری نہیں ہے، بغیر وضو کے بھی چھو سکتے ہیں، شرعاً غلط اور کتاب و سنت کے خلاف ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے: ’’اس (قرآن کریم) کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں‘‘۔ (سورۂ واقعہ: ۷۹)

’’عن حكيم بن حزام أن النبى صلى الله عليه وسلم لما بعثه والياً إلى اليمن، قال: لا تمس القرآن إلا وأنت طاهر‘‘. (المستدرك للحاكم: ٤٨٥/٣) (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھونا، مگر اس حالت میں کہ تم پاک ہو۔)

’عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يمس القرآن إلا طاهر‘‘. (رواه الطبرانى فى الكبير والصغير ورجاله موثقون، مجمع الزوائد: ٢٧٦/١)

(حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔)

’’كان أبو وائل يرسل خادمه وهى حائض إلى أبى رزين فتأتيه بالمصحف فتمسك بعلاقته‘‘. (صحيح البخارى: ٤٣/١) (حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ اپنی خادمہ کو حالت حیض میں ہی حضرت ابو رزین کے پاس بھیجتے تھے اور خادمہ ان کے یہاں سے ڈوری کے سہارے قرآن مجید اٹھا کر لاتی تھی۔)

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے اپنے فتاویٰ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے قرآن کریم بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے، احادیث صحیحہ، اصحاب نبی کے فتاویٰ، ائمہ اربعہ اور جمہور اہل علم کے متفقہ فیصلہ سے یہی ثابت ہے۔

’’لايجوز للمسلم مس المصحف وهو على غير وضوء عند جمهور أهل العلم وهو الذى عليه الأئمة الأربعة رضى الله عنهم وهو الذى كان يفتى به أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وقد ورد فى ذلك حديث صحيح لابأس به من حديث عمرو بن حزم رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم كتب إلى أهل اليمن أن لا يمس القرآن إلا طاهر وهو حديث جيد له طرق يشهد بعضها بعضا وبذلك يعلم أنه لا يجوز مس المصحف للمسلم إلا على طهارة من الحدث الأكبر والأصغر وهكذا نقله من مكان إلى مكان إذا كان الناقل على غير طهارة؛ لكن إذا كان مسه أو نقله بواسطة كان يأخذ فى لفافة أو جرابة أو بعلاقة فلا بأس، أما أن يمسه مباشرة وهو على غير طهارة فلا يجوز على الصحيح الذى عليه جمهور أهل العلم، كما تقدم‘‘، الخ. (الفتاوىٰ المهمة، كتاب الطهارة: ٢٣٧)

قرآن کریم موبائل میں محفوظ کرنے کا حکم:

موبائل فون میں قرآن کریم کو محفوظ کرنا، اس کو بیت الخلا میں لے کر جانا اور قرآن کریم جب موبائل کے اسکرین پر ہو تو اس کو بلا وضو چھونا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

قرآن کریم کو موبائل فون میں محفوظ کرنا شرعاً جائز و درست ہے، البتہ اس پر قرآن کریم کا حکم کب لگے گا، اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ جب تک قرآن کریم موبائل کے چپ (CHIP) میں ہو، اس وقت تک اس پر قرآن کا حکم نہیں لگے گا، چناں چہ ایسی صورت میں اس کو بلا وضو چھونا، جیب میں رکھنا اور بیت الخلا میں لے جانا شرعاً جائز و درست ہے، البتہ جب آیات قرآنی موبائل کے اسکرین پر کھلی ہوئی ہوں تو ایسی صورت میں وہ قرآن کریم کے حکم میں ہوگا، اس کو بیت الخلا لے جانا اور بلا وضو اس کے اسکرین کو چھونا شرعاً جائز و درست نہیں ہوگا، اگرچہ بعض حضرات نے ایسی حالت میں بھی بلا وضو چھونے کی اجازت دی ہے؛ لیکن قرآن کریم کی عظمت و احترام کے پیش نظر احوط (زیادہ محتاط اور مناسب قول) یہی ہے کہ بلا وضو اسکرین کو نہ چھوا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۷/۲۱)

بوسیدہ اور ناقابل استعمال قرآن کا حکم:

قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

قرآن کریم کے پرانے اور بوسیدہ اوراق کو جلانا قرآن کریم کی عظمت و احترام کے منافی ہے؛ اس لیے اس کو جلانا صحیح نہیں ہے، البتہ کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر زیر زمین اس طرح دفن کیا جائے کہ مٹی براہ راست ان

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف، پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 10 مورخہ ۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۵/ مارچ ۲۰۱۸ء روز سوموار

ہٹ دھرمی

آر ایس ایس اور اس کی ذیلی تنظیموں نے طے کر رکھا ہے کہ ہم ہندوستان کے جمہوری ڈھانچے کو توڑ کر رہیں گے، ان کے نزدیک عدلیہ کے فیصلوں کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے، وہ طاقت کے بل پر اس ملک میں ہندتوا کو نافذ کرنا چاہتے ہیں اور اس کام کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہیں، بابری مسجد معاملہ میں بی جے پی کے راجیہ سبھا کے ممبر ونے کٹیار کا حالیہ بیان اسی تصویر کی عکاسی کرتا ہے، انہوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ہم عدالت عظمیٰ کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں، کچھ بھی ہو رام مندر کی تعمیر اسی جگہ ہوگی، اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی، یعنی عدالت عظمیٰ کے فیصلے کا انتظار اس توقع پر ہے کہ فیصلہ رام مندر کے حق میں آئے گا، اور اگر ایسا نہیں ہوا اور عدالت نے بابری مسجد کے حق میں فیصلہ دے دیا تو وہ اس فیصلے کو نہیں مانیں گے اور طاقت وقوت کے بل پر وہ وہاں رام مندر کی تعمیر کریں گے، اس کا مطلب ہے کہ فیصلے کا کوئی اثر ان کے عزم وارادے پر نہیں پڑے گا، ایسے میں عدلیہ کا وقار کس طرح محفوظ رہے گا، ہر کس وناکس سمجھ سکتا ہے، اس قسم کے بھڑکاؤ بیان سے ملک کی سالمیت اور دستور کی بالا دستی کو خطرات لاحق ہیں اور حکومت کو چاہیے کہ وہ اس قسم کے بیانات پر روک لگائے، ورنہ ملک کا ماحول خراب ہوگا، جو کسی کے حق میں نہیں ہے۔

رام کی اولاد

ہمارے ملک میں سرکاری ملازمتوں کے لیے تعلیم ضروری ہے، لیکن نیتا بننے کے لیے کوئی تعلیم ضروری نہیں ہے، انگوٹھا چھاپ بھی ام، ال، اے، ام، پی اور وزیر بن سکتا ہے، مرکزی وزیر گری راج کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پڑھے لکھے نہیں ہیں، لیکن باتیں ایسی ہی کرتے ہیں، جس سے جہالت کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تعلیمی سند ان کے پاس ممکن ہے ہو، لیکن اس سند کے پیچھے علم کا جو ذخیرہ ہونا چاہیے اس سے ان کا دماغ خالی ہے، تبھی تو وہ ہندوستان کے باشندوں کو رام کی اولاد قرار دیتے ہیں، حالاں کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ تمام انسان ایک آدم کی اولاد ہیں، ہندوؤں کے یہاں اسے "منو" کہتے ہیں، یعنی اس دھرتی پر انسانوں کے باپ آدم ہیں، نہ کہ رام، رام جی تو خود راجہ دسرتھ کے بیٹے ہیں، اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کا سلسلہ نسب رام پر جا کر ختم نہیں ہوتا، اس لیے سارے انسان رام کی اولاد نہیں ہو سکتے، انہوں نے اپنے حالیہ بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمان بابر کی اولاد نہیں ہیں، بجا فرمایا: یہ تو آپ ہی حضرات کا مفروضہ تھا کہ مسلمان بابر کی اولاد ہیں، دیر سے ہی صحیح، یہ بات گری راج جی کو سمجھ میں آگئی، دیر سویر یہ بات بھی ان کی سمجھ میں آجائے گی کہ ہندوستان میں بسنے والے لوگ رام کی اولاد نہیں ہیں، ان کا سلسلۂ نسب اس سے بہت اوپر جاتا ہے، ہندوستانی مسلمانوں کو بابر کی اولاد قرار دینا دراصل ایک قسم کی گالی ہے، جسے آر اس اس نے ہندوؤں کو بھڑکانے کے لیے گڑھ رکھا ہے، جو کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

ناظرین کی پسند

ذرائع ابلاغ میں الکٹرونک میڈیا کی بڑی اہمیت ہے، یہ اخباروں کی کمی تو پوری نہیں کرتے، اس کے باوجود لوگوں کی دلچسپی الکٹرونک میڈیا سے دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹی وی کے اسکرین پر چلتی پھرتی تصویریں ناظرین کو بھلی معلوم ہوتی ہیں، اور ربوبیت کا احساس انہیں نہیں ہوتا، اس لیے آج کل ٹی وی مالکان اپنے چینلوں پر دو قسم کی چیزیں پیش کرتے ہیں، ایک تو وہ چیز جس کی بھرپور قیمت انہیں مل چکی ہو، چاہے اس کا اثر ملکی عوام پر مثبت پڑے یا منفی، وہ قیمت ملنے کے بعد اور کچھ نہیں دیکھتے، حتی کہ صحیح اور غلط کی تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے ذرائع ابلاغ میں غیر جانبدارانہ تبصرے اور تجزیے تو قصۂ پارینہ بن گیے ہیں، دوسرا بلا قیمت کے حصول کے وہ ان چیزوں کو نشر کرتے ہیں، جو عوام کی دلچسپی کے ہوتے ہیں۔ اس ہفتہ سبھی چینل پر فلم اداکارہ سری دیوی کی ناگہانی اور حادثاتی موت کا اس قدر چرچا رہا کہ مظفر پور میں نو معصوم بچوں کو ہلاک کرنے کے واقعہ کی طرف کسی کی توجہ نہیں کی گئی، الکٹرونک میڈیا میں یہ خبر اس طرح دب گئی جیسے ان کی موت کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو، سری دیوی کی اداکاری ماضی کا قصہ بن گئی تھی، اس کی موت پر اتنا کوریج جیسے وہ کوئی قومی ہیروئن ہو، یہ حال ہندوستان کا ہی نہیں پاکستان کے ٹی وی چینلوں بھی رہا، وہاں کے ایک قد آور سیاسی لیڈر نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ پاکستان میڈیا سری دیوی کو اس طرح نشر کر رہا ہے جیسے وہ پاکستانیوں کی اماں رہی ہو، ایسا اس لیے ہوا کہ آج کی نئی نسل اسی قسم کی چیزیں پسند کر رہی ہے، اور مفت میں جو چیزیں نشر کی جاتی ہیں ان میں ٹی چینل اپنے کلائنڈ کی پسند کا خاص خیال رکھتے ہیں، اسی وجہ سے تشدد، جنسی معاملات پر مبنی فلمیں اور فلموں سے جڑی شخصیات ان کی نشریات میں جگہ پا جاتی ہیں۔

ہمیں ناظرین کی پسند کے معیار کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ ان کا ذہن سماجی، تعلیمی، معاشی اور معاشرتی

ریاستی بجٹ

وزیر خزانہ سوشیل کمار مودی نے ۱۹-۲۰۱۸ء کے لیے ریاستی بجٹ پیش کر دیا ہے، اس بجٹ میں تعلیم سڑک، بجلی، دیہی امور اور سماجی فلاح پر حکومت نے زیادہ رقم خرچ کرنے کے اپنے ارادہ کا اظہار کیا ہے، ایک لاکھ چھہتر ہزار نو سو نوے کروڑ روپے کے اس بجٹ میں ۱۵ء۱۸ فی صد تعلیم ۸۳ء۹ فی صد سڑک، ۸۰ء۸ فی صد دیہی امور اور ۸۶ء۳ فی صد سماجی فلاح پر خرچ کیے جائیں گے، بجٹ کی جو دیگر خاص باتیں ہیں، ان میں بے روزگاری کم کرنے کی کوشش اور لوگوں کی صحت پر توجہ مرکوز کرنے کا منصوبہ شامل ہے، بجٹ کے اعلان کے مطابق بہار میں تین پرائیوٹ یونیورسٹیوں کی شروعات ہوگی، نئے پولیٹکنیک کالج تعمیر کیے جائیں گے، دس لاکھ طلبہ کو سولر لیمپ دیا جائے گا، تین نئی سرکاری یونیورسٹیوں کا قیام ہوگا، تین نئے زرعی سائنس سنٹر قائم ہوں گے، مختلف اضلاع میں اے ان ام کالج اور نرسنگ کالج کا قیام عمل میں لایا جائے گا، جی اس ٹی کے نفاذ کے بعد نئے ٹیکس لگانے کی گنجائش باقی نہیں تھی اس لیے اس بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس بہار والوں پر نہیں لگایا گیا ہے۔ اس بجٹ میں حکومت نے سماجی فلاح پر زیادہ رقم خرچ کرنے کی بات کہی ہے، لیکن اس میں اقلیتوں کی فلاح شامل نہیں ہے، کیوں کہ وزیر خزانہ نے اقلیتی فلاح پر خرچ کی جانے والی رقم میں ماضی کے مقابلے ایک سو ساٹھ کروڑ روپے کی تخفیف کر دی ہے، محکمہ اقلیتی فلاح کا بجٹ پہلے پانچ سو پنچانوے کروڑ کا تھا، اب یہ رقم گھٹا کر چار سو پینتیس کروڑ کر دی گئی ہے، جبکہ پہلی بار مندروں کی چہار دیواری کے لیے تیس کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کسی خاص مذہب کی ہو گئی ہے۔

اس پورے بجٹ کا غیر جانب دارانہ تجزیہ بتاتا ہے کہ حکومت کی گاڑی میں آگے پیچھے، دو انجن ہیں اور دونوں دو سمت کی طرف اسے کھینچ رہے ہیں، اس رسہ کشی کا سب سے زیادہ نقصان اقلیتوں کو پہونچ رہا ہے، اور جو انجن زیادہ طاقت دکھاتا ہے وہ معاملہ کو اپنے پالے میں لے جانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

کرایہ میں کمی

سبسڈی ختم ہونے کے بعد اندازہ لگایا جا رہا تھا کہ سفر حج مہنگا ہوگا، اس سلسلے میں گلوبل ٹنڈر کی بات بھی کی جا رہی تھی، لیکن حکومت اس میں کامیاب نہیں ہو سکی، البتہ حکومت نے ہوا باز کمپنیوں کو ناجائز طریقے سے کرایہ بڑھانے سے روکنے کے لئے سخت موقف اختیار کیا اور انہیں وارننگ دی گئی، اقلیتی امور کے مرکزی وزیر مختار عباس نقوی نے حج کے سفر کے لیے ایوی ایشن کمپنیوں سے آن لائن ٹنڈر طلب کیا، جس میں انڈین ایرلائنس کے علاوہ سعودی ایرلائن اور فلائی ناس کے کرایے سب سے کم تھے، چنانچہ سات سات امبارکشن پوائنٹس سے انڈین ایرلائنس اور سعودی عرب ایرلائنس کو عازمین حجاج کرام کی نقل وحمل کی ذمہ داری دی گئی ہے اور فلائی ناس کے طیارے چھ امبارکشن پوائنٹ سے حاجیوں کو لے جانے کا کام کریں گے، چنئی، گوا، ناگپور، سری نگر، وارانسی، کولکاتا اور ممبئی انڈین ایرلائنس، احمد آباد، بنگلور، کوچی، دہلی، حیدرآباد، جے پور اور لکھنؤ سعودی ایرلائنس اورنگ آباد، بھوپال، گیا، گوہاٹی، منگلور اور رانچی فلائی ناس کے حوالہ کیا گیا ہے۔ وزیر اقلیتی فلاح کی تھوڑی سی توجہ سے سفر حج کے کرایہ میں زبردست کمی آئی ہے، اس کمی کے نتیجے میں احمد آباد سے ۶۵۰۱۵، اورنگ آباد سے ۸۴۹۴۰، بنگلور سے ۸۲۴۱۹، بھوپال سے ۹۱۰۹۰، کوچی سے ۷۴۴۳۱، چنئی سے ۷۷۱۸۱، دہلی سے ۷۱۸۵۳، گیا سے ۹۸۸۵۲، گوا سے ۸۲۷۳۰، گوہاٹی سے ۱۱۲۸۳۷، حیدرآباد سے ۶۵۷۶۶، جے پور سے ۹۰۳۸۷، کولکاتا سے ۵۷۸۵۷، ناگپور سے ۷۰۶۸۰، رانچی سے ۱۰۳۳۵۳، اور وارانسی سے ۹۲۰۰۴، روپے ہو گیا ہے جب کہ اس کے قبل سبسڈی کے زمانہ میں بیشتر جگہوں سے حج کے لیے پرواز کا کرایہ ایک لاکھ روپے سے زیادہ تھا، اس سے عازمین حجاج کرام کو بڑی عافیت ملی ہے، اس کے باوجود یہ بات بھی درست ہے کہ عام دنوں کی بہ نسبت اب بھی جدہ کا کرایہ کہیں کہیں تین گنا اور چار گنا سے زیادہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ چارٹر پروازوں کو ایک طرف سے خالی آنا پڑتا ہے، اس لیے دونوں طرف کا کرایہ ہوائی کمپنیاں عازمین سے وصول کرتی ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ جن امبارکشن پوائنٹ کو حکومت کو ختم کرنا ہے، اس کا کرایہ زیادہ رکھا گیا ہے، تاکہ آئندہ عازمین اس پوائنٹ سے فارم ہی نہ بھریں اور جب کوئی، عازم اس پوائنٹ سے نہیں ہوگا تو وہ امبارکشن پوائنٹ خود ہی بند ہو جائے گا، اور حکومت کے خلاف آواز اٹھانے کا موقع بھی نہیں رہے گا، یہ محض مفروضہ نہیں ہے، اس لیے کہ اگر حکومت کے ارادے نیک ہوتے تو کولکاتہ اور گیا کے کرایہ میں چالیس ہزار روپے سے زائد کا فرق نہیں ہوتا، حکومت کی فہرست میں گیا امبارکشن پوائنٹ سے حاجیوں کی پرواز کو روکنا ہے، اس لیے کرایہ کا تفاوت اس قدر رکھا گیا ہے کہ آئندہ سب کولکاتا سے ہی فارم بھریں گے، اس بار بھی یہاں سے حج کے لیے پرواز کرنے والوں کی تعداد ایک فلائٹ سے زیادہ کی نہیں ہے، کچھ یہی حال دوسرے امبارکشن پوائنٹ ابھی ہے، عوام کو حکومت کی ان چالوں کو سمجھنا چاہیے۔

بی جے پی کی مہم

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک پر بڑے پیمانے پر مسلم خواتین احتجاجی مظاہرے کر رہی ہیں، بہار کے مختلف اضلاع میں یہ مظاہرے منعقد ہو چکے ہیں، یا مارچ میں ہونے والے ہیں، جو اضلاع باقی رہ گیے ہیں، ان میں تیاریاں چل رہی ہیں، خواتین کے یہ مظاہرے انتہائی سنجیدگی اور سلیقے سے منعقد کیے جا رہے ہیں، کوئی شور ہنگامہ نہیں، نعرے بازی نہیں، زباں پر ذکر درود وسلام اور ہاتھوں میں تختیاں، جن پر لکھا ہوتا ہے کہ طلاق بل واپس لو، ہم مسلم پرسنل لا بورڈ کے ساتھ ہیں، شریعت میں مداخلت بند کرو، مسلم پرسنل لا بورڈ زندہ باد، ہندوستان زندہ باد، جلوس کے دونوں طرف مردوں کی ایک قطار ہوتی ہے، پھر یہ جلوس جلسہ میں تبدیل ہوتا ہے اور مقامی افسران کو میمورنڈم دیا جاتا ہے کہ ہم مسلم خواتین ان کوششوں کی مخالف ہیں، جو ہم خواتین کے نام پر حکومت کر رہی ہے۔

ان مظاہروں کا اچھا پیغام میڈیا اور افسران کے ذریعہ حکومت تک پہونچتا ہے، ان مظاہروں کے اثرات کو کم کرنے کے لیے بی جے پی اقلیتی سیل نے خصوصی مہم چلا رکھی ہے، اس مہم کے تحت جلوس تو نہیں نکل رہے ہیں، لیکن حکومت کی نچلی اکائی سے اوپر تک میمورنڈم دیا جا رہا ہے جس میں تین طلاق بل کو راجیہ سبھا سے پاس کرانے اور اسے سختی سے نافذ کرنے کا مطالبہ ہے، اور حکومت کی منشا کے مطابق اس میمورنڈم میں یہ صراحت بھی ہے کہ مسلم عورتوں کے ساتھ انصاف کے لیے یہ ضروری ہے، مسلمانوں کو اس قسم کی تحریکوں پر بھی نظر رکھنی چاہیے، مبادا وہ غلط

یادوں کے چراغ

جناب محمد داؤد حسن مرحوم

: ایڈیٹر کے قلم سے

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ کے رکن، نامور اہل قلم جناب انوار الحسن وسطوی کے والد بزرگوار اور مشہور شاعر مظہر وسطوی کے دادا منشی محمد داؤد حسن ساکن حسن پور وسطی وایا مہوا ضلع ویشالی کا ۲۶/فروری ۲۰۱۸ء مطابق ۹/جمادی الاخری ۱۴۳۹ھ بروز سوموار بوقت پونے ایک بجے دن حاجی پور میں انتقال ہوگیا، وہ گذشتہ دو ڈھائی ماہ سے اپنے صاحب زادہ انوار الحسن وسطوی صاحب کے یہاں بغرض علاج قیام پذیر تھے، عارضہ تنفس کا تھا، پھیپھڑا متاثر تھا، لیکن موت ہارٹ اٹیک سے ہوئی، جنازہ حاجی پور سے وسطی لایا گیا، تدفین ۲۷/فروری ۲۰۱۸ء کو گاؤں کے قبرستان میں ہوئی، اس سے قبل کوئی پونے تین بجے سہ پہر جنازہ کی نماز ادا کی گئی، ان کے صاحب زادگان اور خود امام مسجد کی تجویز پر جنازہ کی نماز میں نے پڑھائی، قرب وجوار سے ان کے متعلقین، مدارس کے ذمہ داران اور ان کے رشتہ دار بڑی تعداد میں جمع ہو گیے تھے، ماضی قریب میں کسی کے جنازے میں اتنی بھیڑ نہیں دیکھی گئی، جو ان کی مقبولیت کی واضح دلیل تھی۔

محترم جناب داؤد حسن بن محبوب حسن (م ۱۹۷۱ء) بن امیر الحسن بن شیخ مدار بخش بن شیخ رحم علی کی ولادت ۱۹۳۲ء میں حسن پور وسطی میں ہوئی، بھائی تین بچپن میں ہی آخرت کو روانہ ہو گیے تھے، اس طرح داؤد حسن صاحب چار بہنوں کے تنہا بھائی تھے، مکتب کی تعلیم گاؤں ہی میں ہوئی، مہوا ہائی اسکول سے مڈل کا امتحان پاس کیا، ۱۹۴۸ء میں رجسٹری آفس سے بحیثیت کارکن معاشی زندگی کا آغاز کیا، شکرا، مہنار وغیرہ کی رجسٹری آفس میں ۱۹۵۶ تک کلرک کے طور پر کام کرتے رہے، چنانچہ آپ نے وثیقہ نویسی کا کام مہوا رجسٹری آفس میں شروع کیا، اور ۱۹۵۶ء سے ۲۰۱۵ء تک پابندی سے اسی کام میں لگے رہے اور داؤد بابو، منشی داؤد کے نام سے شہرت پائی، ایمان داری، سادگی، معاملات کی صفائی، انسانوں کا اکرام واحترام تواضع اور انکساری ان کی زندگی کی لازمی خصوصیات تھیں، وثیقہ نویسی کا کام تھوڑا بہت دائیں بائیں کرنے سے وارے نیارے کا ہے، لیکن داؤد بابو نے پیشہ میں وہ شفافیت برتی کہ افسران بھی ان کی تحریر پر اعتماد کرتے اور وہ اپنے کلائنڈ کو صاف صاف بتا دیتے کہ زمین کی صورت حال یہ ہے اور اس معاملہ میں قانونی دشواری یہ ہے، یہی وجہ تھی کہ لوگ آنکھ بند کر کے ان کے پاس جاتے، کاغذات دکھواتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے، میرے گاؤں کا تمام وثیقہ انہیں کے قلم سے ہوتا بعد میں یہ کام انہوں نے اپنے چھوٹے صاحب زادہ کو سکھا دیا تھا، تو بیشتر کام صاحب زادے ہی کرتے، لیکن ہو وثیقہ اپنی نگرانی میں تیار کراتے، گاؤں سے سائکل پر آتے جاتے، جب قوی کمزور ہوئے تو سائکل چھوڑ کر پیدل ہی رجسٹری آفس چلے آتے، شادی اندر قلعہ حاجی پور میں سید نور الحسن کار پرداز کی صاحب زادی سے ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے تین لڑکے اور چھ لڑکیوں سے نوازا، سب کو ایسی تعلیم دی اور ایسی مثالی تربیت کی یہ خاندان پورے علاقہ کا مثالی خاندان سمجھا جاتا ہے، یہ معاملہ بیٹا ہی تک نہیں پوتا تک چلا آرہا ہے، آئندہ بھی انہیں خطوط پر یہ خاندان چلتا رہے گا ایسی امید ہے۔

میرے خاندان سے منشی جی کا تعلق بہت گہرا تھا، والد صاحب (م ۸/اگست ۱۹۱۷) مرحوم کے ہم عصر تھے، وہ ان سے مشورے کے لیے ان کے گھر جایا کرتے اور ہر خوشی وغمی میں منشی جی کا میرے گھر آنا جانا ہوا کرتا تھا، اس روایت کو اب ان کے صاحب زادگان باقی رکھے ہوئے ہیں، داؤد بابو صوم وصلوٰۃ کے پابند اور اسلامی اقدار کے محافظ تھے، اس معاملہ میں ان کا حساسیت بہت بڑی تھی، ایک موقع سے کسی صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ اذان کے وقت استنجا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا کر سکتے ہیں، منشی جی نے کہا کہ مفتی صاحب میں مسئلہ تو نہیں بتاتا؛ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ اذان کے وقت استنجا نہیں کرنا چاہیے، میں نے کہا کہ یہ تو نیچرل کال ہے، اس کی وجہ سے تو جماعت چھوڑنے کی بھی گنجائش ہے، کہنے لگے، ٹھیک ہے، لیکن جب اذان کے وقت استنجا کرے گا تو اذان کے کلمات دہرانے سے محروم ہو جائے گا، اس لیے بہت سخت ضرورت نہ ہو تو تھوڑی دیر رک جانے میں کیا حرج ہے، اس قسم کے خیالات کا اظہار وہی کر سکتا ہے جو اندر سے شریعت کے معاملے میں سخت ہو، اس قسم کا ایک واقعہ اور یاد آ گیا ان کی بچی کی شادی طے تھی، کارڈ بھی چھپ گیا تھا، چند دن باقی تھے کہ لڑکے والے کی طرف سے یہ بات سامنے آئی کہ وہ بینڈ باجہ کے ساتھ برات لائے گا، داؤد بابو نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ میرے گھر کے راستے میں مسجد ہے، دروازہ تک آنے کے لیے بینڈ باجہ کو مسجد کے دروازہ سے گذرنا ہوگا، مسجد کا احترام باقی نہیں رہے گا، لڑکے والے نے نہیں مانا تو داؤد بابو نے یہ رشتہ ہی منقطع کر دیا، یہ فیصلہ بڑے دل گردے کا تھا، لڑکے والے نے سبکی مٹانے کے لئے اسی تاریخ میں دونوں چولھا جلا کر شادی کر لیا، داؤد بابو سے بھی لوگ کہتے رہے، لیکن ان کا جواب تھا ہمیں جلدی نہیں ہے، ہم نے شریعت کی وجہ سے یہ رشتہ چھوڑا ہے، اللہ دوسرا دے گا، لیکن ناک اونچی کرنے کے لیے اسی تاریخ میں رشتہ کر لینا میرے نزدیک عقل مندی نہیں ہے، مہینوں یہ چرچا کا موضوع رہا، انہوں نے اپنی چھ لڑکیوں اور تین لڑکوں کی شادی کی اور سب میں شریعت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا، ایک صاحب زادہ کا نکاح میں نے ہی پڑھایا تھا۔

پیدائش، شادی، افسروں کی آمد ورفت کے موقع سے ان کے اندر شاعرانہ کیفیت بیدار ہو جاتی تھی، چنانچہ سہرے، استقبالیہ الوداعیہ، تہنیت نامہ اور مبارک بادی پر مشتمل ان کی شاعری محفوظ ہے، وہ چھپنے چھپانے کے عادی نہیں تھے، لکھتے، موقع ملتا تو خود سنا دیتے یا کوئی دوسرا ترنم اور لے میں پیش کر دیتا، ان کے مجموعۂ کلام میں دو نعتیں بھی ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت اور وارفتگی کی بین دلیل ہے۔

ان کی سماجی زندگی بھی بڑی مثالی تھی، ان کے تعلقات ہر مذہب اور مسلک فکر کے لوگوں سے تھے، وہ مسلکی تشدد کے سخت خلاف تھے اور اس معاملہ میں ان کا نقطۂ نظر امارت شرعیہ والا تھا کہ کلمہ کی بنیاد پر اتحاد قائم کیا

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ھیں

تذکرۂ حضرت آہ مظفرپوری

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حضرت مولانا عبدالشکور آہ مظفر پوری اپنی صلاحیت، صالحیت، تقویٰ، طہارت، ذات وصفات، کمالات اور خصوصیات کے اعتبار سے نابغۂ روزگار تھے، ان کی علمی، ادبی، دعوتی، تدریسی اور اصلاحی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، بقول حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم ''آپ کا خاندان علمی وروحانی قدروں کا امین ہے، علوم شریعت اور رموز طریقت دونوں کے چشمے اس خاندان سے جاری ہوئے ہیں اور خلق خدا سیراب ہوئی ہے''۔

تذکرۂ حضرت آہ مظفر پوری دراصل حضرت مولانا عبدالشکور آہ مظفر پوری کے حالات اور علمی وادبی خدمات، نیز اس خانوادہ کے بزرگوں کے تذکروں پر مشتمل ہے، یہ صرف ایک تذکرہ نہیں؛ بل کہ اس پورے عہد کی علمی، ادبی، تحقیقی اور روحانی خدمات کا مرقع ہے، جس میں حضرت آہ کے عہد کی تاریخ کے ساتھ بہت سارے بزرگوں کے احوال وآثار اور ان کی علمی وروحانی خدمات کو معروف عالم دین مولانا مفتی اختر امام عادل بانی ومہتمم جامعہ ربانی منورا شریف ضلع سمستی پور بہار نے بڑے سلیقے سے جمع کر دیا ہے، حضرت آہ کی کلیات کی شمولیت کی وجہ سے یہ کتاب سات سو چوبیس صفحات تک پھیل گئی ہے اور اس کی صفحات میں اضافہ ہوا ہے، ورنہ اصل کتاب چار سو چھیانوے صفحات پر جا کر ختم ہو جاتی ہے، پوری کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب خاندانی پس منظر، دوسرا باب تعلیمی وخانگی حالات، تیسرا باب آپ کی روحانی تربیت، سلوک واحسان کے مدارج، چوتھا باب حضرت آہ کی علمی وادبی خدمات اور پانچواں باب کلام آہ کے فکری وفنی محاسن کے تفصیلی جائزہ پر مشتمل ہے، چھٹے باب میں کلام آہ کو مختلف عنوانات کے تحت سلیقہ سے جمع کر دیا گیا ہے، اس تذکرے میں ان چیزوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے، جو دور جدید میں تحقیق وتواریخ کے لوازمات سمجھے جاتے ہیں اور علمی دنیا میں اس کی اہمیت تسلیم کی جاتی ہے؛ اسی لیے کوئی بات بغیر حوالہ نہیں کہی گئی ہے اور جہاں مآخذ تک رسائی نہیں ہو پائی، اس کا برملا اقرار کر لیا گیا ہے، جن کتابوں سے مواد لیے گئے ہیں، ان کی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں اور جنہوں نے کسی درجہ میں بھی معاونت کی ہے، مولانا اختر امام عادل صاحب نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔ آج کل یہ روش کم ہوتی جا رہی ہے اور حوالہ جات کے اندراج کا اہتمام بھی کم ہوتا جا رہا ہے، یونیورسٹیوں میں تحقیق کا معیار گرا ہے؛ لیکن اس کتاب میں جو معیاری تحقیق ہے، اس کی بنیاد پر کسی بھی یونیورسٹی سے اس مقالہ پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی جا سکتی ہے؛ اس سے مولانا کے وقار میں تو کوئی اضافہ نہیں ہوگا، البتہ پی ایچ ڈی کے معیار کے لیے یہ کتاب ماڈل بن سکتی ہے۔ حضرت مولانا محمد سالم صاحب نے بجا لکھا ہے کہ ''یہ کتاب بالیقین اس لائق ہے کہ یونیورسٹیاں اس پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں دیں اور مصنف کو اعزاز سے نوازیں۔

کتاب کے شروع میں ہندوستان کے بڑے علما اور اکابر امت کی تقریظات وتأثرات ہیں، حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ اس کتاب میں علمی مسائل بھی ہیں، تصوف کے رموز ودقائق بھی ہیں، تاریخی حقائق بھی ہیں، شعری ونثری ادب پارے بھی ہیں اور محققانہ ومبصرانہ تحقیق وتجزیے بھی ہیں''، حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا خیال ہے کہ ''اس کتاب کے ذریعہ حضرت مولانا مرحوم کی مفصل سوانح حیات تک رسائی ہوگی؛ بل کہ ان کے علمی وادبی کمالات اور فن پاروں سے بھی استفادہ کا موقع ملے گا''، بقول مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ''اس کتاب کے ذریعہ نہ صرف ایک عہد کی تاریخ محفوظ ہوگئی؛ بل کہ نئی نسل کی رہ نمائی کے لیے ایک مشعل راہ سامنے آ گئی''، حضرت مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی نظر میں ''یہ کتاب ایک موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) ہے، جو تاریخ علم وعمل کی تدوین میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور جس کو شخصیت سازی کے فن کا ایک بے مثال نمونہ کہنے میں کوئی حرج نہیں محسوس کیا جا سکتا ہے''۔ ہمارے دوست اور دارالعلوم دیوبند کے رفیقِ حجرہ مولانا مظہر الحق کریمی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی رائے ہے کہ ''اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے، جو اللہ والوں کے تذکرہ میں ہوتا ہے، محبت کا نور، عشق کا سرور، ایمان کا جوش اور یقین کا خروش سطر سطر سے نمایاں ہے''، حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ ''یہ کتاب مولانا عادل صاحب کے مطالعہ کی وسعت، اظہار خیال کی قدرت اور تذکرہ نگاری کا اچھا نمونہ ہے، اس کتاب کے ذریعہ انہوں نے اپنے خاندان کے علمی وادبی ورثہ کو بہت محنت وخلوص کے ساتھ محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے''، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم نے اپنے طویل مقدمہ میں ''اسے بڑا اہم اور مفید کام قرار دیا ہے''، حروف اولین کے تحت مصنف نے بہار کی علمی وادبی تاریخ پر مختلف حوالوں سے روشنی ڈالی ہے، یوں تو پوری کتاب ہی تاریخی اور تحقیقی ہے، خصوصا کتاب کا یہ حصہ بہار کی عمومی تاریخ اور علمی احوال وآثار کے مطالعہ کے حوالہ سے بڑا قیمتی اور وقیع ہے۔ شریعت میں دو ہی آدمی کی گواہی کسی دعوے کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے، یہاں تو نصف درجن سے زائد اکابر علما نے اس کتاب کی اچھائی اور خوبیوں کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے؛ یعنی اسلامی شہادت کا چار نصاب تو مکمل ہے، ایک مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی مفتی امارت شرعیہ کی شہادت اس پر مستزاد ہے، اب اس کے بعد ہم جیسے چھوٹوں کے لیے لکھنے کو بچتا ہی کیا ہے؛ اس لیے سارے اکابر نے جو لکھا ہے، اس میں سے چند جملے ذکر کر دیے گئے ہیں؛ تاکہ قاری کو کتاب کی اہمیت، افادیت اور مندرجات کا علم اکابر علما کے ہی قلم سے ہو جائے اور میں خاموشی سے گذر جاؤں، ان سطور کے بین السطور میں جھانک لیا جائے تو میری خاموش رائے کا ادراک کچھ اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔

کتاب کی قیمت پانچ سو روپے ہے اور اسے مفتی ظفیر الدین اکیڈمی جامعہ ربانی منوروا شریف نے شائع کیا ہے، کتاب کی کاغذ، طباعت، جلد اور ٹائٹل خوبصورت اور دیدہ زیب ہے، البتہ کمپوزیٹر، سیٹنگ کے فن سے بالکل ناواقف اور نابلد ہے، سیٹنگ کی اس کمی نے کتاب کے حسن کو خاصہ مجروح کیا ہے؛ اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ کمپوزنگ کوئی کرے، ایک اچھے سیٹنگ کرنے والے سے اس کے کاکل وگیسو کو سنوروانا چاہیے، چاہے اس کے لیے

مسلمان کیا کریں؟

قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم

ان ہوشربا حالات میں جب ہندوستان میں مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو، مذہب وکلچر کچھ بھی محفوظ نہیں ہے اور ہر طریقہ جو اپنایا گیا، ناکامیاب ہوچکا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا کیا جائے؟ آج تک کانگریس کی ایک جماعت تھی، جو گاندھی اور نہرو کی تربیت یافتہ تھی اور اس سے جو کچھ بھی غلطیاں ہوئیں، بنیادی امور میں انصاف کی امید تھی، میرے خیال میں کانگریس کے عہدوں کی باہمی جنگ میں الجھ کر برباد ہوگئی، اب اس کا کوئی وجود نہیں ہے، نجلنگپا کی کانگریس جن سنگھ سے اور اندرا گاندھی کی کانگریس کمیونسٹوں سے میل ملاپ پر قائم ہے، اس کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ دونوں گروپ پگڑی ہاتھ میں لے کر چرن سنگھ کے قدم پر گرے اور غیر مشروط وزارت اعلیٰ کا عہدہ پیش کیا، اب دونوں گروپوں میں سے ہر ایک کی کامیابی کا انحصار اس پر تھا کہ بی کے ڈی ان سے بلاشرط مل کر حکومت کا تاج پہن لے؛ یعنی ہر ایک کی خواہش تھی کہ دوسرا نہ ہو، ہم تو ہوتے نہیں، اس طرح سب سے بڑی ریاست یوپی سے کانگریس کا اخراج ہوا اور اس پر چھ کانگریسیوں نے مسرت کی شادیانے بجائے، ایسی حالت میں جب اقتدار اصل الاصول رہ گیا ہے، نظریات پر کسی مجاہدانہ قدم کے اٹھنے کی توقع کرنا عبث ہے؛ اس لیے اب نئے زاویوں سے ہم کو سوچنا ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ اندرا گاندھی گروپ جن سنگھ کی مخالفت میں زبان سے کچھ کہتا رہتا ہے؛ لیکن اس بات کا یقین نہیں ہے کہ وہ زوردار عملی قدم اٹھاسکیں گے، کیوں کہ یہ بھی ڈر لگا ہوا کہ ہندو ووٹران کے خلاف ہوجائیں گے، حالانکہ ہندو عوام کی زبردست اکثریت صاف دماغ اور شریف النفس ہے۔

مسلمانوں نے جو طریقہ آج تک اپنایا، یا وہ اعتماد کلی کا تھا، مسلمانوں نے کوئی ایسا طرز اختیار نہیں کیا جو شورش پسندانہ ہو، اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ مسلمان قطعی مطمئن نہیں اور ان کے کوئی مسائل ہی نہیں ہیں، ہوسکتا ہے کہ سکھوں اور دوسرے لوگوں نے اپنے مطالبات منوانے کے لیے جو کچھ کیا، وہ ہم نہ کرسکتے تھے اور نہ کرسکتے ہیں؛ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بعض ایسے واضح قدم نہیں اٹھائے گئے ہیں، جن میں ان خطرات کا کوئی اندیشہ نہیں تھا، جو ہمارے رہنماؤں کے سامنے تھے، ہوسکتا ہے کہ اس میں قیادت کی کمزوری کو بھی دخل ہو، یا احساس کمتری کا اثر ہو۔ اب کانگریس تمام ہندوستان میں برسر اقتدار نہیں ہے، مختلف ریاستوں میں مختلف مسائل پیدا ہوگئے ہیں؛ اس لیے مرکزی حکومت پر ہم کو زیادہ ذمہ داری ڈالنی چاہیے۔

مسلمانوں کی شکایات مختلف جماعتوں کی طرف سے مختلف ہوکر آتی ہیں اور اصل شکایات پر پردہ پڑ جاتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ انصاریوں کو کوآپریٹو سے قرضے کم ملتے ہیں، کوئی نوکریوں میں مسلمانوں کے تناسب کی کمی کا رونا روتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ پارٹیوں کی طرف سے مسلمانوں کو قانون ساز جماعتوں میں بقدر تناسب آبادی نشستیں نہیں ملتیں، کوئی وزارت میں جگہ کی کمی کا گلہ کرتا ہے، الغرض ایک مینارۂ بابل کا سماں ہے، مانا کہ یہ سب چیزیں قابل غور وفکر ہیں؛ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری گفتگو الجھ کر رہ جاتی ہے اور کوئی مؤثر بات کہنا ہمارے لیے دشوار ہوجاتا ہے: اس لیے ضرورت ہے کہ ہم اس بات کو طے کرلیں کہ ہمیں کن باتوں پر زور دینا ہے، درحقیقت ہماری مشکلات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) انسداد فسادات (۲) اسلامی کلچر کی بقا اور اس کا تحفظ

سوال صرف تقدیم وتاخیر کا ہے، کچھ دنوں کے لیے ہم کو اپنی تمام فکر وتوجہ انہیں دونوں باتوں پر مرکوز کردینا چاہیے اور طے کرنا چاہیے کہ ہم اپنی طاقت اس پر لگادیں گے اور ان دونوں مسائل کو حل کرکے رہیں گے، ہم کو اس ملک میں رہنا ہے تو ہمارے جان ومال کی حفاظت ضروری ہے اور رہنا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے رہنا ہے؛ اس لیے اپنے مذہبی احکام اور اپنی مخصوص تہذیب اور کلچر کے ساتھ رہنا ہے، ہم کو ہندوستان میں اپنے ملک کی خدمت ومحبت میں سب سے آگے رہنا ہے؛ لیکن اپنی جان ومال اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے کہیں گردن نہیں جھکانا ہے اور ان باتوں کے لیے اسی طرح مرد میدان بننا ہے، جس طرح ہندوپاکستان کی جنگ میں ہم حب الوطنی کے احاطہ میں مرد میدان بن کر دکھا چکے ہیں۔ اس کے لیے تمام مسلم جماعتوں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم بنانا چاہیے، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں اس بات کی تبلیغ کررہا ہوں کہ سب مسلمان ہر معاملہ میں متحد ہوجائیں، میں جانتا ہوں کہ یہ محال ہے، صرف ان دو معاملات میں ایک متحدہ یا یوں کہیے کہ مشترکہ پلیٹ فارم بنانا چاہیے اور حالات وخطرات کے ماتحت یہ ممکن ہے، ہر جماعت اپنا اپنا پروگرام رکھے گی اور صرف ان دو کاموں کے لیے مشترکہ عمل ہوگا، ان معاملات میں اشتراک اس وجہ سے ممکن ہے کہ بنیادی اور نظریاتی کوئی اختلاف نہیں ہے اور الگ الگ کام کرنے سے وہ اثر مرتب نہیں ہوتا ہے، جو ہونا چاہیے اور جو ہمارا مقصد ہے۔ مسلمان سکون کے ساتھ ملک وقوم کی خدمت میں لگ جائیں، ان دونوں محاذوں کو سر کرنا ہے اور اس سے ملک ووطن کا بھی بڑا فائدہ ہوگا؛ کیوں کہ اتنی بڑی اقلیت کا بددل اور بے چین رہنا متحدہ قومیت کے لیے خطرناک حد تک مضر ہے، ان دونوں محاذوں کو جیتنے کے لیے ہمیں دو صنف کے کام کرنے ہیں۔ وہ مطالبات اتفاق رائے سے مرتب کرنے ہیں، جو حکومت سے منوانے ہیں، اس میں ہم کو حکومت کی وقتوں کو بھی سامنے رکھنا ہے اور ایسی معقول اور متعدل تجاویز دینی ہیں، جو عملی ہوں اور جن کا ماننا حکومت کے فرائض میں ہو، یہ بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ یہ مطالبات حرف آخر نہ ہوں گے اور بعض معاملات میں ہم کو جز وقناعت کرنا پڑے گا، ''زندہ رہو اور زندہ رہنے دو'' ہمارا اصول ہونا چاہئے۔

خود ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ اس بات کو پھر دو حصوں میں تقسیم کردینا چاہیے، اول یہ کہ اگر حکومت ہمارے ان معقول اور متعدل مطالبات کو تسلیم نہ کرے تو ہم وہ کیا طریقہ کار دستوری وآئینی اختیار کریں، جس سے حکومت پر جمہوری دباؤ پڑ سکے، یہ بھی سوچنا چاہیے کہ بحث ودلائل کے علاوہ کوئی عملی پروگرام ہونا چاہیے، جو مؤثر ہوسکے، اگر ایسا نہیں کیا گیا تو سب باتیں فضول ہیں، ہم کو حکومت یا کسی جماعت یا کسی فرد پر اعتماد کرکے خاموش نہیں ہوجانا چاہیے، جواب تک ہوتا رہا ہے: بل کہ ہندوستان کے شہری کی حیثیت سے اپنے حقوق منوانے کے لیے دستوری جدوجہد کرنا ہے اور بقدر امکان قربانی دینی ہے، سوال ''ابھی یا کبھی نہیں'' کا ہے اور ہم کو عزم راسخ کے ساتھ اٹھنا چاہیے اور مشقت کرنی چاہیے، مشقت کے بعد اللہ تعالیٰ کی نصرت ضرور آئے گی، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے: کیوں کہ سنت الٰہی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ہم کو خود بھی تعمیری اور فوری کارروائیاں حصول مقصد کے لیے شروع کردینی چاہئیں، اگر ہم کچھ کرنا نہیں چاہتے تو حکومت سے مطالبہ بے سود ہے، نہ اس مطالبہ میں جان ہوگی اور نہ اس کی منظوری کی کوئی ضمانت ہے۔ وہ مطالبات کیا ہوں؟ ان کے منوانے کا طریقۂ کار کیا ہو؟ ہم خود اپنا کیا پروگرام مرتب کریں؟ ان سب باتوں کے بارے میں میرے دماغ کے اندر سوچی سمجھی سنجیدگی سے غور کی ہوئی تجاویز ہیں؛ لیکن ان کا بیان کرنا ابھی قبل از وقت ہے، سردست تو میں رہنمایانِ ملت سے عرض کرتا ہوں کہ!

(۱) وقت نہایت نازک آگیا ہے، مسلمانان ہند پر دو طرف سے زبردست یلغار ہورہی ہے، جان ومال پر وحشیانہ وبہیمانہ حملے کی شکل میں اور ہمارے تمام کلچر پر گولہ باری ہورہی ہے، ایک لمحہ کی بھی تاخیر کی گنجائش نہیں ہے، جماعتی عصبیت وذاتی وشخصی وقار کو خیرباد کہہ کر ایک مشترکہ پلیٹ فارم تیار کیجیے اور عزم راسخ کے ساتھ اللہ کی نصرت کے بھروسہ پر گامزن ہوجایئے۔

(۲) اپنے متفقہ مطالبات اور ان کے منوانے کے لیے عملی اقدامات اور خود اپنے کرنے کے لیے پروگرام مرتب کرکے قوم کو آواز دیجیے اور پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس ملک میں ہم ایک باوقار حیثیت کیوں نہ حاصل کرسکیں، ورنہ اس زندگی سے کیا حاصل، جہاں انسان زندہ جلائے جائیں اور ہم بے کسی سے تکتے رہیں، جو اٹھے وہ ہم سے کہے کہ اسلام کے قوانین کو ترک کردو اور ہم اس کا مؤثر جواب نہ دے سکیں۔ (ہفت روزہ ندائے ملت، جون: ۱۹۷۰ء)

پنچائتوں کو بااختیار بنانے کی ضرورت

عارف عزیز

تمام ترقی پذیر معاشروں کی طرح، ہندوستان بھی تیزی سے شہروں میں تبدیل ہورہا ہے، اس کے باوجود آج بھی یہ ملک حقیقت میں دیہاتوں کا دیش ہے اور اس کی سوکروڑ سے زیادہ آبادی کا بڑا حصہ مواضعات میں بستا ہے اور وہ پنچایت راج کے تحت اپنی زندگی گزار رہا ہے، لہذا ہندوستان کی ترقی کا کام ان ہی ۲۳/لاکھ پنچایتی راج نظام کے اداروں سے شروع ہونا چاہئے، جو دیہاتوں سے ضلع سطح تک پھیلے ہوئے ہیں؛ اسی لئے حکومت نے منصوبہ بندی اور بجٹ تیار کرنے میں پنچایتی راج اداروں کو براہ راست حصہ دار بنانے کا فیصلہ کیا ہے، جس کے تحت ریاستوں کے منصوبے بناتے یا بجٹ میں ریاستوں کی رائے لینے کا طریقہ آزمایا جارہا ہے، پنچایتوں کو بااختیار بنانے کے لئے جس ایکشن پلان پر کام ہورہا ہے، اس کے مطابق کہ ہر ریاست میں ضلع پلاننگ کمیٹیاں بنائی جائیں گی، جو پلاننگ اور بجٹ سازی میں ریاست اور زیریں پنچایت اداروں کے مابین رابطہ کا کام انجام دیں گی، جیسا کہ

اپنے علاقوں کے منصوبے بنائیں اور ضلع کے منصوبے میں ان کو نمائندگی دی جائے، جمہوریت کے مطابق ۲ا انتظامیہ کی لامرکزیت اور مقامی عوام کو حقوق عطا کرنے کا اصول ایسے اقدامات سے ہی حقیقت میں بدل سکے گا، حالانکہ آئین میں تبدیلی کے تیرہ چودہ سال بعد یہ کام ہورہا ہے۔ آزادی سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ کا تجربہ بتاتا ہے کہ پارلیمنٹ اور ریاستی اسمبلیوں کے آگے پنچایتوں کو اہمیت نہیں دی گئی، انہیں اپنے یومیہ امور کی انجام دہی میں بھی ضلع انتظامیہ یا ریاستی حکومتوں کی طرف دیکھنا پڑتا ہے، جس کا احساس کرکے راجیو گاندھی نے ۷۳ ویں ترمیم کے وسیلہ سے پنچایتوں کے الیکشن ہوئے: لیکن جو پنچ اور سرپنچ چن کر پنچایتوں میں پہونچے، ان کی یہ عام شکایت تھی پنچایتوں پر افسر شاہی حاوی ہے، کلکٹر جو چاہتا ہے ان کے بارے میں فیصلہ صادر کردیتا ہے، مالی وسائل کا زبردست فقدان ہونے کے باعث پنچایتیں کٹھ پتلی کی طرح حکومت کے اشارے پر کام کررہی ہیں، ان کو نہ اپنے علاقے کے منصوبے بنانے کا اختیار ہے، نہ دیگر انتظامی حقوق سے وہ لیس ہیں۔

کی وہ لامرکزیت کی حامل اقتصادی ثقافت کو توسیع دیں۔ ہندوستان میں مکمل پنچایت راج کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کیلئے صرف اقتصادی وسائل کی فراہمی کافی نہ ہوگی؛ بلکہ دیہی پنچایتوں اور مقامی اداروں کو بھی انتظامی حقوق ملنے چاہئے، ورنہ ان کی ترقی ادھوری رہے گی، اس بارے میں کابرانے چین کی مثال پیش کی جہاں حال کے برسوں میں مرکزی حکومت کا ریوینیو کم ہوا ہے اور مقامی سطح کی باڈیوں کی آمدنی بڑھ گئی، چین کی مقامی اکائیاں جو ہندوستان کی دیہی پنچایتوں اور بلدیاتی اداروں کی ہی ایک شکل ہیں۔ صورت ریونیو ہی نہیں وصول کرتیں؛ بلکہ چھوٹے موٹے کارخانے بھی خود لگالیتی ہیں اور ان کو چلانے کی ذمہ داری بھی ان پر عائد ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ اگر ان کے علاقوں میں حکومت کسی شعبہ میں کوئی بڑا کارکانہ لگاتی ہے تو اس میں ۱۰-۱۵/فیصدی حصہ مقامی اکائیوں کا ہوتا ہے، صحیح معنوں میں چین نے جس لامرکزیت کی حامل اقتصادیات کو فروغ دیا ہے، وہ ہندوستان کے لئے قابل تقلید ہے۔ مرکزی اور ریاستی حکومتیں، پنچایتوں یا مقامی اداروں کو گرانٹ دینے کے بجائے انہیں ریونیو وصول کرنے کی اجازت دیدے تو وہ اپنا کام کاج چلانے کے ساتھ ساتھ ترقیاتی امور کی انجام دہی میں بھی حصہ لے سکتے ہیں، اسی

نفرت کو محبت سے بدلیے

حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری

موجودہ وقت میں مسلمانوں کے لیے جس قدر سنگین یہ مسئلہ ہے کہ وہ ہر سطح پر اور ہر علاقہ میں مشکلات کا شکار ہیں اسی قدر؛ بلکہ اس سے بڑھ کر خطرناک، وہ صورتِ حال ہے جو مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنے کی مذموم مساعی کے نتیجے میں رونما ہوئی ہے؛ بلکہ درحقیقت پہلا مسئلہ بڑی حد تک اسی صورتِ حال کا نتیجہ اور اس کا شاخسانہ ہے۔ یہ واضح کرنے کے لیے کسی دلیل وحجت کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ صورتِ حال کن طاقتوں کی پیدا کردہ ہے۔

حالات پر سرسری نظر رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ تازہ صورتِ حال، جن واقعات وحادثات کے نتیجے میں رونما ہوئی ہے، ان کا واضح طور پر آغاز، اکیسویں صدی عیسوی کے پہلے سال ۲۰۰۱ء میں پیش آنے والے نائن الیون کے حادثہ سے ہوا ہے، جس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لیے مضر ثابت ہونے والا کوئی دوسرا واقعہ گذشتہ چوتھائی صدی میں پیش نہیں آیا۔

اس سے قطع نظر کہ اس واقعہ کا اصلی ذمہ دار کون ہے اور اس کے پس پشت کن لوگوں کا کردار ہے، اس سے زیادہ مسلمانوں کے لیے نقصان دہ اور امریکہ ومغربی طاقتوں اور صہیونیت کے لیے فائدہ مند کوئی دوسرا واقعہ ملنا مشکل ہے۔ اس واقعہ کے بعد ہی اسلام دشمن طاقتیں اپنی اس خواہش کو پورا کرنے میں کامیاب ہوسکیں کہ مسلمانوں کو برملا دہشت گرد کہیں، اسلام کو دہشت گردی کا منبع قرار دیں اور ہر برائی کا انتساب مسلمانوں کی جانب کردیا کریں۔

اور اس کے بعد تو پھر بہت کچھ ہوا، کتنے ہی اسلامی ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، کتنی قانونی حکومتوں کا تختہ الٹا گیا، کتنی سازشیں بروئے کار لاکر مسلمانوں اور ان کے ممالک کو طرح طرح کے معاہدوں کا پابند کیا گیا اور اس طرح ان کے ہاتھ باندھ دیے گئے اور کس کس طریقہ سے عالم اسلام کو میدان جنگ بنا کر اپنے اسلحہ کی کھپت کا انتظام کیا گیا۔ مسلم ممالک کے حصے بخرے کیے گئے، یا اس کی کوشش کی گئی، اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے مسلمانوں کے کسی فریق کا کوئی مسئلہ حل نہ ہوجائے۔

مسلمانوں کی دینی زندگی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والی دینی تعلیم پر قدغن لگانے کے انوکھے طریقے ایجاد کیے گئے اور آزمائے گئے۔

پھر عالم اسلام سے باہر، وطن عزیز جیسے ملکوں کے حالات پر نظر ڈالیں تو وہاں بھی دہشت گردی کا استعمال دودھاری تلوار کے طور پر کیا گیا، نقصان بھی مسلمانوں کا اور مجرم بھی وہی قرار دیے گئے۔

ان کے لیے مذہبی آزادی کی ضمانت کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئیں، تین طلاق کی آڑ میں مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے کا کام کیا گیا، لوٗ جہاد کا پروپیگنڈہ کرکے مسلمانوں کو بدنام کیا گیا اور مسلمانوں کو عام برادران وطن کی نظر میں ظالم، وحشی، غیر متمدن، غیر تعلیم یافتہ، دیانت وامانت سے عاری اور جرائم کا عادی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے کا عمل عالمی اور ملکی سطح پر، منصوبہ بند طریقہ سے کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمان ہر سطح پر اپنے آپ کو اجنبی اور غیر محفوظ محسوس کررہے ہیں۔

اس صورت حال میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو بیٹھا نہیں جاسکتا، لازمی طور پر سوچنا ہوگا کہ اس ماحول کو کس طرح بدلا جاسکتا ہے؟ ذیل کی سطور میں اسی سوال کے جواب میں چند باتیں اختصار کے ساتھ عرض کی جارہی ہیں۔

(۱) مسلمانوں کی شبیہ، اقوامِ عالم کی نظر میں بہتر بنانے کا یہ کام خود مسلمانوں ہی کو کرنا ہوگا، کوئی دوسرا یہ کام نہیں کرے گا۔

(۲) شبیہ بگاڑنے والی باتوں کا تجزیہ کرنا ہوگا، اس لیے کہ ہمارے خلاف منفی پروپیگنڈہ کی مہم چلانے والے، چاہے جس قدر عناد پرور اور بدنیت ہوں؛ لیکن بہت سے معاملات میں ان کو یہ موقع خود ہمارا کردار فراہم کرتا ہے۔ اگرچہ بیشتر اُن کا پروپیگنڈہ اتہامات پر مبنی ہوتا ہے۔

(۳) پروپیگنڈہ اپنا ایک اثر رکھتا ہے، ہم اگر اپنے طور پر یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھے رہیں کہ ہم تو اپنی جگہ صحیح ہیں، ہمارے خلاف یہ تمام باتیں سچی نہیں ہیں، لہٰذا یہ چل نہیں پائیں گی اور دنیا ان کا یقین نہیں کرے گی، تو ایسا سمجھنا خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

خاص طور پر اس لیے کہ دنیا میں آپسی ربط وتعلق اور واقفیت واطلاع کے ذرائع کی کثرت کے باوجود آج بھی مختلف افراد واقوام میں ایک دوسرے سے ناواقفیت بھرپور طریقہ پر پائی جاتی ہے، اس لیے ایسے اذہان پر، اس منفی پروپیگنڈہ کا اثر پڑنا قدرتی اور لازمی ہے۔

(۴) اس صورت حال کے اسباب میں ایک اہم سبب ہمارا اپنے خول میں بند رہنا اور دیگر اقوام سے کنارہ کش رہنا بھی ہے۔ اس پر خاص طور سے توجہ کی ضرورت ہے۔

(۵) ہمارے خلاف منفی پروپیگنڈہ پوری دنیا میں اس وقت بڑی حد تک ماحول کو خراب کرچکا ہے اور بدگمانیاں، سنگین نوعیت اختیار کرگئی ہیں اور یہی وہ چیز ہے جس نے دشمن طاقتوں کے کام کو آسان کردیا ہے۔

لہٰذا! ہمیں فوری طور پر کچھ اقدامات کرنے ہوں گے۔

(۱) سب سے پہلے اپنے کردار پر نظر ڈال کر اس کی اصلاح کا کام ہے، ایک مسلمان کا کردار اتنا صاف ستھرا اور شفاف ہونا چاہیے کہ کم از کم اس کو جاننے والا دوسرا آدمی اس کے خلاف کسی پروپیگنڈے کا اثر آسانی سے

ذرا غور فرمائیں کہ جن معاملات میں لو جہاد کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، اُن میں جہاد کا لفظ جوڑنا، بھلے ہی مخالفوں کی سازش ہے اور یقیناً ہے؛ لیکن دوسرا اجزء یعنی ایک غیر مذہب کی لڑکی سے مسلمان کی دوستی تو ایک امر واقعہ ہوتی ہے؛ جب کہ نامحرم سے تعلق اگر وہ مسلمان ہو تب بھی جائز نہیں ہے۔

اب اگر ایسے معاملات میں وہ لڑکی مسلمان بھی ہوجائے تو اس سے اسلام اور مسلمانوں کا کیا فائدہ ہوتا ہے، خصوصاً اس بنیاد پر کہ اس کے اسلام کا محرک تلاش ہدایت نہیں؛ بلکہ ایک نفسانی جذبہ ہے اور اس کے نتیجے میں دشمنوں کو پروپیگنڈہ کا موقع مل جاتا ہے۔

اسی طرح بہت سے دیگر ذاتی معاملات کا حال ہے، جن میں ہم اپنے کردار سے ہٹے ہوئے ہیں اور صداقت، عدالت اور شجاعت کا وہ سبق بھولے ہوئے ہیں جس کی بنیاد پر دنیا کی امامت کا کام لیا جاتا ہے۔

اصلاح کا یہ باب ایسا ہے، جس میں عام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ تمام علماء وقائدین اور مشائخ ومصلحین کو شدید محنت کی ضرورت ہے۔

(۲) بہت سنجیدگی کے ساتھ اس حقیقت کا ادراک کرنا ہوگا کہ اس صورت حال میں بنیادی کردار، آپسی رابطہ کی کمی اور ایک دوسرے سے ناواقفیت کا ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں اسلام اور مسلمان ساڑھے چودہ سو سال سے موجود ہیں اور اسلام ساری دنیا میں متعارف ہے؛ لہٰذا اس دنیا کا ہر آدمی ہمیں بھی جانتا ہے اور اسلام کی خوبیوں سے بھی واقف ہے؛ جب کہ زمینی حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں دیگر مذاہب کے ماننے والے عام آدمی کو اسلام کے بارے میں بالکل ابتدائی اور بنیادی باتیں بھی معلوم نہیں ہیں۔

ایک بڑی تعداد تو اسلام کے نام سے بھی واقف نہیں ہے، چہ جائے کہ محاسنِ اسلام سے واقف ہو۔ ایسے لوگوں کے سامنے اسلام کا تعارف اُسی منفی پروپیگنڈے سے ہوتا ہے جس کا مقصد اسلام کا تعارف نہیں؛ بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنا ہے اور جہاں تک ذاتی طور پر ہماری بات ہے تو واقعہ یہ ہے کہ ہمیں تو آج ہمارا وہ پڑوسی بھی نہیں جانتا جو ہمارا ہم مذہب نہیں ہے اور اس سے ہمارا کوئی کاروباری واسطہ نہیں ہے۔

ہمیں تو ہمارا وہ رفیق سفر بھی نہیں جانتا جس کے ساتھ ٹرین میں بیٹھ کر ہم نے سفر کیا ہے۔ ہم پورے طور پر ایک دوسرے سے اجنبی اور ناآشنا رہتے ہیں، ہم یا تو اپنے تئیں احساس کمتری کا شکار رہتے ہیں یا احساس برتری کا۔ بہر حال یہ واقعہ اسی طرح ہے کہ ہمارے درمیان اجنبیت کی ایک دیوار حائل ہے۔

ہمیں اس دیوار کو توڑنا ہوگا اور اپنے مکمل دین کی حفاظت کرتے ہوئے دینی تقاضے ہی کے تحت دیگر اقوام سے رابطہ اور تبادلہ خیال کا دروازہ کھولنا ہوگا۔ ہر سطح پر اسلام کا تعارف پیش کرنا ہوگا اور ذاتی کردار کو اس بلندی پر لے جانا ہوگا کہ ہمیں برتنے والا دوسرا آدمی ہمارے کردار کا گرویدہ ہوجائے؛ جیسا کہ صحابہ کرام کے ساتھ ہر جگہ اور ہر علاقہ میں ہوا اور اُن کے نقش قدم پر چلنے والوں کے ساتھ ہر دور میں ہوا یہاں تک کہ چودھویں صدی کے دور زوال میں بھی اس کی مثالیں سامنے آتی رہیں کہ ایک شخصیت (شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ) کے ساتھ چند دن جیل کی ایک بیرک میں رہ کر دوسری بیرک میں منتقل ہونے والا غیر مسلم شخص اپنے منتقل ہونے کی وجہ یہ بیان کرے کہ مولانا! آپ کا اخلاق وکردار اتنا بلند ہے کہ اگر میں چند دن مزید آپ کے ساتھ رہ گیا تو مجھے مسلمان ہونا پڑے گا۔

(۳) کچھ معاملات وہ ہیں، جن میں صورتِ حال کی خرابی، یک طرفہ طور پر، مخالفین کے پروپیگنڈے ہی کا نتیجہ ہے، مثلاً دہشت گردی کا مسئلہ جس کی سنگینی آج بھی کم نہیں ہوئی ہے، گو ہمارے ملک میں انفرادی طور پر بہت سے مسلمان، عدالتوں کی نظر میں بے قصور قرار پائے ہیں اور اس کی وجہ سے بعض لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اب اس مسئلہ کی سنگینی باقی نہیں رہی یا یہ الزام دم توڑ چکا ہے؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ صورت حال کا صحیح تجزیہ نہیں ہے۔

درحقیقت دہشت گردی کے لفظ کو مسلمانوں کے ساتھ اس طرح چسپاں کردیا گیا ہے کہ وہ کسی طرح چھوٹنے کا نام نہیں لیتا؛ بلکہ اب تو مسلم ممالک کی حکومتوں کو دہشت گردی کی سرپرستی کا مجرم قرار دیا جارہا ہے اور اس سے طرح طرح کے فائدے حاصل کیے جارہے ہیں۔

اس کے علاوہ اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرکے پیش کرنا، یا اسلام کی فطری تعلیمات کو موجودہ دور کے خدا بیزار انسان کی خواہشات کے معارض ہونے کی وجہ سے بدنام کرنا، یہ سارے سلسلے جاری ہیں۔

اس لیے اس حوالہ سے مطمئن ہوکر نہیں بیٹھا جاسکتا؛ بلکہ اس سلسلے میں پیہم کوششوں کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ہر سطح پر مذاکرات اور گفتگو اور سب سے بڑھ کر تحریری کام پر توجہ دی جائے اور اسلام کی شفاف تعلیمات کی حقانیت اور فطرت کی موافقت کو واضح کیا جائے۔

(۴) ایک بہت اہم بات یہ ہے کہ یہ کام کسی خوف یا لالچ کی نفسیات کے تحت نہیں؛ بلکہ دعوت کے بلند جذبے کے ساتھ کرنا ہوگا کہ اسی طرح یہ مفید ہوسکتا ہے ورنہ اپنی ذات کا دفاع، قوموں کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

ہمیں یہ کام اس جذبہ کے ساتھ کرنا ہوگا کہ انسانیت کی سب سے بڑی امانت ہمارے پاس ہے جسے اس کے مستحقین تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔

یہ سطور اس موضوع کا احاطہ تو نہیں کرتیں؛ لیکن اس سلسلے کے چند بنیادی نکات کی طرف اشارہ ضرور کرتی ہیں؛ اس لیے کام کرنے والے تمام طبقات کو ان پر توجہ فرمانی چاہیے۔ ورنہ ہماری غفلت حالات کو مزید سنگین بنادے گی۔

کہیں اڑکر نہ دامانِ حرم کو بھی یہ چھو آئے

ہمیں حالات کا شکوہ کرنے کے بجائے حالات کو بدلنے کے اقدام کرنے ہیں: ناظم امارت شرعیہ

"دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس" کو کامیاب بنانے کے لیے استقبالیہ کمیٹی کی میٹنگ میں شرکاء کا اظہار خیال، مختلف تجاویز بھی ہوئیں منظور

رپورٹ سید محمد عادل فریدی

"اس وقت ملک کے جو حالات ہیں، اس میں دین اور ملک دونوں پر خطرات لاحق ہیں، ایسے میں ہمیں حالات کا شکوہ کرنے کے بجائے متحد ہو کر حالات کے بدلنے کے اقدام کرنے ہیں۔" ان خیالات کا اظہار ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے مورخہ ۲۵/فروری ۲۰۱۸ء روز اتوار کو گاندھی میدان میں آئندہ ۱۵/اپریل کو ہونے والے تاریخی "**دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس**" کے لیے تشکیل شدہ استقبالیہ کمیٹی کی پہلی مشاورتی میٹنگ میں کیا۔ ناظم صاحب نے شرکاء میٹنگ کے سامنے کانفرنس کی تیاریوں کے سلسلہ میں ہوئی اب تک کی پیش رفت تفصیل سے بیان کی، ساتھ ہی انہوں نے گاندھی میدان کی بکنگ کی تفصیل بھی بتائی، اس کے علاوہ کانفرنس کی تیاری کے لیے ۲۰/فروری کو کل جماعتی میٹنگ اور ۲۱/فروری کو ہونے والے مشاورتی اجلاس کی روداد سنائی اور کہا کہ کل جماعتی میٹنگ میں شریک تمام ملی تنظیموں کے نمائندوں اور معزز حضرات نے اسی طرح مشاورتی اجلاس میں شریک بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے ہر علاقہ سے تشریف لائے نمائندگان اور مندوبین نے حضرت امیر شریعت مدظلہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کانفرنس کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا ہے اور اس کے لیے ہر طرح کے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں آگے اس پروگرام کو انتظامی طور پر کس طرح کامیاب بنانا ہے، اس کے لیے مشورہ کرنا ہے اور ایک مضبوط لائحہ عمل کے ساتھ محنت کرنی ہے، تاکہ یہ اجلاس تاریخی اور مثال ثابت ہو اور اس کے دور رس اثرات مرتب ہوں۔ ناظم صاحب کی ابتدائی گفتگو کے بعد پروفیسر عبد الغفور صاحب ممبر اسمبلی بہار نے شرکاء کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے کیا حکمت عملی اپنائی جائے، اس کے لیے ایک ایک کر کے سبھی لوگ اپنی رائے پیش کریں۔

اس کے بعد شرکاء میٹنگ کی جانب سے اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا، جس میں سب سے پہلے اپنی رائے دیتے ہوئے جناب شعبان صاحب نے کہا کہ بلاک لیول پر رابطہ کا کام کیا جائے اور ہر بلاک میں کمیٹی بنا دی جائے جو بلاک کی سطح پر ہر گاؤں اور قصبہ میں محنت کرے اور لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کو گاندھی میدان میں لانے کی ذمہ داری انجام دے۔ انہوں نے کہا کہ کمیٹی میں شامل تمام لوگوں کی ذمہ داری برابر ہوگی ہر شخص اپنے تئیں اپنی ذمہ داری انجام دے۔ جناب اعظمی باری نے کہا کہ اس سے پہلے بھی گاندھی میدان میں جلسے ہوئے ہیں، لیکن آج کے حالات کے مطابق یہ اجلاس اپنی نوعیت کا منفرد اجلاس ثابت ہوگا، آج جس طرح سے مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، اس کا جواب اتنی بڑی تعداد میں جمع ہو کر ہی دیا جا سکتا ہے، اس لیے تمام لوگوں کو اس اجلاس کو سنجیدگی سے لینا ہوگا، یہ پوری قوم و ملت کا مسئلہ ہے، اس لیے ہر معاملہ میں ہم لوگوں کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا، ساتھ ہی اس اجلاس کی کامیابی میں میڈیا اہم رول ادا کرے گی، اس لیے میڈیا پر پوری توجہ دینی ہے، خاص کر ہندی اور انگریزی میڈیا میں جو مسلم ہیں، یا سیکولر ذہن کے لوگ ہیں ان کو بھی شامل کیا جائے۔ طارق صاحب نے کہا کہ اس کی تشہیر اور پرچار بڑے پیمانے پر کیا جائے، جمعہ کے دن ہر مسجد میں پمفلٹ پہونچا دیا جائے، ہر محلّہ میں کمیٹی بنائی جائے تاکہ گاڑی کا انتظام وہ لوگ اپنے طور پر کریں، مجھے بھی اس سلسلہ میں جو ذمہ داری دی جائے گی، میں ادا کروں گا۔ نسیم اختر صدیقی نے کہا کہ مسجد کے ائمہ کے ذریعہ تشہیر کا کام کیا جائے تو ہماری بات ایک ایک فرد تک پہونچ جائے گی۔ عقیل زبیر ہاشمی صاحب نے کہا کہ اس میٹنگ میں شریک ہو کر مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے، یہ بہت اہم مسئلہ ہے، میری بھی جہاں ضرورت ہے میں تیار ہوں۔ انہوں نے بھی مسجد کے ائمہ کے ذریعہ تشہیر کرانے پر زور دیا۔ جناب شہنواز خان صاحب نے کہا کہ وقت کے اعتبار سے یہ مناسب فیصلہ ہے، سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہماری خبروں کو اخبارات اس طرح کوریج نہیں دیتے جیسا کوریج دینا چاہئے، اس لیے اخباروں کے مالکوں، ایڈیٹروں اور نمائندوں کے ساتھ نشست کر کے انہیں تیار کیا جائے کہ وہ اس مسئلہ کو خوب کوریج دیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ہمارا پیغام ہائی لائٹ ہو۔ یہ فیصلہ ہمارے وجود اور بقا کے ساتھ ساتھ ہماری ملی شناخت سے جڑا ہوا ہے، اس لیے اس کی پبلسٹی کو اور زیادہ بڑھایا جائے، انہوں نے یہ بھی کہا کہ پٹنہ شہر کی مسلم آبادی کو لانے پر زیادہ زور دیا جائے، اس لیے کہ پٹنہ ضلع کی زیادہ تر مسلم آبادی پٹنہ شہر میں رہتی ہے، پٹنہ شہر کے ہر محلّہ میں کمیٹی بنائی جائے، اور خوب تشہیر کی جائے، یہ کوشش کی جائے کہ پٹنہ شہر کے کسی محلّہ میں ایک آدمی بھی پندرہ اپریل کو اپنے گھر میں نہ رہے، بلکہ ہر ایک کا رخ گاندھی میدان کی طرف ہو۔ ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ ہم لوگ اخلاص کے ساتھ محنت کریں تبھی اللہ کی نصرت آئے گی اور ہم کامیاب ہو سکیں گے۔ جناب مشرف صاحب نے کہا کہ امارت شرعیہ کی تاریخ رہی ہے کہ جب بھی قوم و ملت اور ملک کو خطرہ لاحق ہوا ہے، امارت شرعیہ نے آگے بڑھ کر اس خطرے کو دور کرنے کے لیے پوری قوم کی رہنمائی کی ہے، آج بھی جب ملک میں ہر جانب ماحول کو خراب کیا جا رہا ہے اور مسلم قوم کے اوپر ہر ایک نشانہ لگائے ہوئے ہے، امارت شرعیہ نے گاندھی میدان میں تاریخی اجلاس کا اعلان کر کے اپنے قائدانہ کردار کو ایک پھر ثابت کر دیا ہے۔ اس لیے امارت شرعیہ کی آواز پر اس اجلاس کو کامیاب بنانا ہم سب کے عزت و وقار کا مسئلہ ہے، اس لیے زیادہ سے زیادہ اس پیغام کو عام کیا جائے، ٹیمپو اور رکشہ کے ذریعہ مسلسل ہر محلّہ اور گاؤں میں اعلان لگاتار کیا جائے، اس کے علاوہ پٹنہ ضلع کے مضافات کے ایک ایک گاؤں اور قصبہ میں جا کر محنت کی جائے، اس کے علاوہ الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ لگاتار پبلسٹی کرائی جائے، گھر گھر جا کر ماحول بنانے کی بھی کوشش کی جائے۔ جناب اجرالحسن صاحب انجینئر نے کہا کہ اس مہم کو کامیاب بنانے میں میڈیا کا بہت اہم رول ہوگا، اس لیے ہم لوگ میڈیا پر زیادہ توجہ دیں اور اس کے لیے اگر رقم خرچ کرنی پڑے تو وہ بھی کریں، اس کے علاوہ ہر ضلع کے ایس پی اور ڈی ایم سے رابطہ کر کے مقامی انتظامیہ کی مدد لی جائے تاکہ پورے صوبہ سے لوگوں کو گاندی میدان آنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا کرے اور دوسری کمیٹی دیہاتوں میں محنت کرے، اس کے ساتھ ساتھ مقامی طور پر تبلیغی جماعت کے افراد کو بھی اس میں شامل کیا جائے، بلکہ تبلیغی جماعت کے بہار کے ذمہ داروں سے بات کر کے ہر ضلع سے دو آدمی منتخب کیئے جائیں اور ان کے ساتھ میٹنگ کی جائے، شہروں میں وارڈ کے اعتبار سے محنت کی جائے ہر وارڈ کے لیے ایک آدمی کو ذمہ دار بنایا جائے، سیکولر ذہن کے غیر مسلموں کو بھی شریک کیا جائے، پٹنہ اور ویشالی ضلع کا کنٹرول پٹنہ سے ہو، بقیہ دور دراز کے ضلعوں میں ایک مرکزی کمیٹی اور دوسری ہر گاؤں کی علاحدہ کمیٹی بنائی جائے، جہاں غریب طبقہ کے لوگ ہوں جو اپنے خرچ پر جلسہ میں نہ آسکیں ان کے لیے مرکزی کمیٹی گاڑی کا نظم کرے۔ پٹنہ ضلع کے ایک ایک گاؤں میں جہاں دس گھر بھی مسلمانوں کا ہو ہمیں وہاں ہمیں اپنا پیغام پہونچانا ہے، ہر وارڈ میں کمیٹی بنائی جائے، دور کے اضلاع سے ٹارگیٹ فکس کر لیا جائے کہ کس ضلع سے کتنے لوگوں کے آنے کا ٹارگیٹ بنانا ہے، پھر اسی کے حساب سے محنت کی جائے۔ شہری آبادی پر خاص توجہ دی جائے کیوں کہ شہروں سے آمد و رفت کے وسائل کی سہولت کی وجہ سے آنا زیادہ آسان ہے، اخباروں میں پٹی اور ٹیوی میں اشتہار بھی دیا جائے۔ جناب عظیم صاحب نے کہا کہ بڑی آبادی ہندی جاننے والی ہے، اس لیے ایک تعارف نامہ اجلاس سے متعلق اور اس کی غرض و غایت سے متعلق تیار کر کے اردو اور ہندی میں شائع کیا جائے اور اس کو ہر علاقے میں بھیجا جائے۔ الیاس حسین عرف سونو بابو چیرمین بہار ریاستی حج کمیٹی نے بھی میڈیا کو ساتھ لینے کی بات کی ساتھ ہی حکومت اور انتظامیہ کی مدد بھی حاصل کرنے کی رائے دی۔ جناب مناظر صاحب نے کہا کہ مثبت سوچ کے ساتھ محنت کی جائے تو یقیناً ہم لوگ کامیاب ہوں گے۔ جناب مولانا مصباح صاحب سکریٹری عیدین کمیٹی نے کہا کہ اس کے لیے ایک ٹرانسپورٹ کمیٹی بنائی جائے جو ٹرانسپورٹ کی نگرانی کرے، ساتھ ہی سوشل میڈیا کا بڑے پیمانے پر استعمال کیا جائے، حکومت اور انتظامیہ سے رابطہ کرنے کا بھی انہوں نے مشورہ دیا اور اس سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کیں۔ جناب منت رحمانی صاحب نے کہا کہ پٹنہ پر زیادہ فوکس کیا جائے۔ میڈیا سے پریس کانفرنس کی جائے اور اس کو کسی اچھی جگہ، کسی اچھے ہوٹل وغیرہ میں آرگنائز کیا جائے، انہوں نے کہا کہ اگر بزرگوں کی اجازت ہوگی تو اس کا انتظام وہ کریں گے۔ مولانا ایوب نظامی نے کہا کہ جماعت والوں کو بھی جوڑا جائے، اس کے علاوہ دفتر میں رابطہ کے لیے ایک مختصر کمیٹی بنائی جائے، سیاسی جماعتوں کی بھی میٹنگ کی جائے۔ مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے بھی میڈیا کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کو ساتھ لینے کی بات کہی، ساتھ ہی انہوں نے شرکاء میٹنگ کو بتایا کہ میڈیا سے رابطہ کے لیے ایک پبلسٹی کمیٹی بنائی گئی ہے، جس کی ایک میٹنگ ہو چکی ہے، اور اگلی میٹنگ ۴/مارچ کو حج بھون پٹنہ میں رکھی گئی ہے، جس میں پٹنہ کے تمام اخباروں اور نیوز چینلوں کے نمائندوں کو شریک کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ انہوں نے بتایا کہ اب تک تین کمیٹی کی میٹنگ ہو چکی ہے اور آج دو کمیٹیوں کی میٹنگ ہونی ہے۔ انہوں نے مالیات کے تعلق سے کوشش کرنے اور اس میں ہر ایک کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی۔ مولانا سہیل احمد ندوی نے کہا کہ ہم جو پیغام لے کر عوام کے پاس جا رہے ہیں، اس پر پہلے خود عمل شروع کریں اور ہر آدمی طے کرے کہ وہ اپنے علاقہ سے لوگوں کو لے کر جلسہ گاہ تک آئے گا، اپنے خرچ پر بینر و پوسٹر چھپوا کر مشتہر کرے گا، مفتی سہیل احمد قاسمی نے کہ ہر علاقہ میں یہ پیغام پہونچانے کی محنت کرنی ہے کہ ہر فرد اپنا ایک دن دین و شریعت اور ملک کی حفاظت کے نام کر دے، انہوں نے کہا کہ علاقہ کے اداروں اور تنظیموں سے بھی کہا جائے کہ وہ ۱۵/اپریل تک کوئی علاقائی جلسہ وغیرہ منعقد نہ کریں اور مل جل کر اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کی محنت کریں۔ ڈاکٹر انور حسین صاحب نے کا کہ اسکولوں کے ذمہ داروں، اساتذہ اور طلبہ سے بھی کام لیا جائے۔ جناب جناب مولانا رضوان احمد اصلاحی امیر جماعت اسلامی حلقہ بہار نے کہا کہ اب جب بھی میٹنگ ہو تو ایجنڈا متعین کر لیا جائے اور ایجنڈا کے مطابق گفتگو ہو تاکہ زیادہ وقت گفتگو میں ضائع نہ ہو، سبھی کمیٹیوں کی ذمہ داری سے متعلق چارٹ بنا کر ہر ایک کمیٹی کے حوالہ کر دیا جائے۔ ساتھ ہی انہوں نے ہر کام کو تائم فریم میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے خواتین کے لیے خصوصی انتظام اور پورے جلسہ گاہ میں سی سی ٹی وی کیمروں سے نگرانی کا مشورہ دیا۔ مولانا امانت صاحب مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ سٹی نے کہا کہ اتنی تیاری کی جائے کہ اس کا اثر بہتر ہو اور اس سے ہماری تہذیب و ثقافت جھلکے، جلسہ گاہ میں آنے والوں کو بھی ٹرینڈ کیا جائے۔ کہ وہ تہذیب و وقار کے ساتھ آئیں اور شائستگی کے ساتھ جلسہ گاہ میں رہیں تاکہ اس کا اچھا پیغام جائے۔ مولانا عبد الباسط ندوی نے کہا کہ اس جلسہ کا مقصد ہے کہ ہم اپنے دین سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیں۔ اس لیے مسلمانوں کو یہ پیغام دینا ہے کہ اپنے دین سے جڑ جائیں اور اللہ سے اپنے رشتہ کو مضبوط کریں تبھی اس کانفرنس کا مقصد پورا ہوگا۔ آخر میں حضرت ناظم صاحب کی دعا پر میٹنگ ختم ہوئی۔

اس میٹنگ کے علاوہ گاندھی میدان کے کاموں کی نگرانی کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی تھی، اس کی بھی میٹنگ حضرت ناظم صاحب کی صدارت میں ہوئی اور انتظامی امور سے متعلق اہم فیصلے کیے گئے۔ اس میٹنگ میں کمیٹی کے کنویز مولانا افتخار احمد نظامی کے علاوہ مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، انجینئر اجرالحسن صاحب، رضوان احمد اصلاحی صاحب امیر جماعت اسلامی حلقہ بہار، جناب رضوان احمد مسعود صاحب، مولانا مصباح الدین صاحب سکریڑی عیدین کمیٹی گاندھی میدان، جناب امانت حسین صاحب، منت رحمانی صاحب وغیرہ شریک ہوئے۔ خیال رہے کہ ۱۵/اپریل کو گاندھی میدان میں ہونے والے کانفرنس کے تعلق سے امارت شرعیہ کی تیاری زور و شور سے جاری ہے۔ اس کے لیے فیس بک پر "imaratshariah" نام کے پیج بنایا گیا ہے، اس کے علاوہ "deen bachao desh bachao conference imarat shariah" کے نام

سید محمد عادل فریدی

نسل پرستانہ پوسٹ کے معاملہ میں آسٹریلیائی افسر مستعفی

آسٹریلوی ریاست وکٹوریہ میں خفیہ نام سے نسل پرستی پرمبنی پوسٹیں سوشل میڈیا پر شیئر کرنے والے ایک سینئر پولیس اہل کار نے معاملہ سامنے آنے کے بعد استعفیٰ دے دیا ہے۔اسسٹنٹ پولیس کمشنر بریٹ گیرن فرضی نام سے سوشل میڈیا پر متحرک تھا اور وہاں نسل پرستانہ اور خواتین مخالف پوسٹیں اور فحش مواد شیئر کرتا تھا، اس کی توہین آمیز پوسٹوں میں ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کے خلاف پوسٹیں بھی شامل تھیں۔اس پولیس افسر کے خلاف ۲۰۰۶ء میں بھی یہ شکایت کی گئی تھی کہ اس نے ۳۰/ پولیس افسران کے ایک گروپ سے خطاب میں ناشائستہ زبان استعمال کی تھی۔(یو این آئی)

شام میں جنگ بندی کے وقفے کے دوران گولہ باری

شام کے شہر غوطہ کے مشرقی علاقے میں شامی حکومت کے حامی روس کی جانب سے عائد کردہ پانچ گھنٹہ کی جنگ بندی کے باوجود گولہ باری کا سلسلہ جاری رہا۔اس کے نتیجے میں باغیوں کے زیرِ قبضہ اس شہر میں اقوامِ متحدہ نہ تو امداد پہنچا سکی اور نہ ہی وہاں سے کسی بیمار یا زخمی شخص کو علاج کے لیے نکالا جاسکا۔دمشق کے قریب واقع اس شہر میں تین لاکھ ۹۳/ ہزار لوگ گھر کررہ گئے ہیں۔سرکاری افواج نے ۲۰۱۳ء سے اس شہر کا محاصرہ کررکھا ہے۔(بی بی سی لندن)

شام میں غذائی امداد کے بدلے جنسی استحصال عام ہے: رپورٹ

ایک رپورٹ میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ اقوام متحدہ اور دوسرے عالمی اداروں کی ایما پر جنوبی شام کے علاقوں میں امدادی سامان تقسیم کرنے والے بعض مرد غذائی امداد کے بدلے عورتوں کا جنسی استحصال کرتے ہیں۔ایک حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ تین سال قبل تیار ہونے والی رپورٹ میں اس مسئلے کے بارے میں خبردار کیے جانے کے باوجود ابھی تک شام کے جنوبی علاقوں میں امدادی کارکنوں کے ہاتھوں خواتین کا استحصال جاری ہے۔اقوام متحدہ اور خیراتی اداروں کا کہنا ہے کہ وہ جنسی استحصال کے بارے میں ''زیرو ٹولرنس'' (ناقابل برداشت) کی پالیسی رکھتے ہیں لیکن وہ پارٹنر تنظیموں کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے۔(بی بی سی لندن)

نائجیریا میں ایک سو دس لڑکیوں کی بازیابی کی کوششیں تیز

نائجیریا نے اسکول کی ایک سو دس طالبات کی تلاش کے لیے اضافی فوجی دستے اور طیارے تعینات کیے ہیں۔ان لڑکیوں کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا جارہا ہے کہ گذشتہ ہفتے شدت پسند تنظیم بوکوحرام نے انھیں اغوا کرلیا ہے۔یہ لڑکیاں ملک کے شمال مشرقی صوبے یوبے کے ڈاپچی شہر کے ایک اسکول سے ۱۹/فروری سے لاپتہ ہیں جب جہادی تنظیم نے ان کے اسکول پر حملہ کیا تھا۔صدر محمد بخاری نے اسے ''قومی سانحے'' سے تعبیر کرتے ہوئے طالبات کے اہل خانہ سے معافی مانگی ہے۔(بی بی سی لندن)

شام کی وہ دوزخ، جس کا ایندھن بچے ہیں

شامی صدر بشارالاسد کی حامی افواج، باغیوں کے زیر کنٹرول علاقے مشرقی غوطہ پر بمباری کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔اس علاقے میں چار لاکھ سے زائد شہری محصور ہیں اور تقریبا ساڑھے پانچ سو افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔مشرقی غوطہ میں طبی امداد فراہم کرنے والی تنظیم سیریئن سول ڈیفنس نے الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ صدر اسد کی حامی فورسز نے بمباری کے دوران کلورین گیس کا استعمال کیا ہے، جس کی وجہ سے وہاں بچے ہلاک ہورہے ہیں اور متاثرہ افراد کو سانس لینے میں دشواری کا سامنا ہے۔آزاد ذرائع سے کلورین گیس کے استعمال کی فی الحال تصدیق نہیں ہوسکی ہے۔اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انٹونیو گوٹریش نے جنگ بندی پر فوری عمل درآمد کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ زمین پر قائم اس ''جہنم'' کو فوری طور پر بند ہونا چاہیے، گزشتہ ایک ہفتے میں شامی صدر بشارالاسد کی حامی فورسز کی جانب سے مشرقی غوطہ پر کی جانے والی شدید بمباری کے نتیجے میں اب تک پانچ سو سے زائد افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ہلاک شدگان میں ایک سو ستر بچے بھی شامل ہیں۔(ڈوئچے ویلے جرمنی)

امریکہ آئندہ سال سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والا ملک بن جائے گا

امریکہ ۲۰۱۹ء میں روس کو پیچھے چھوڑتے ہوئے دنیا کا سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والا ملک بن جائے گا۔اس بات کا اعلان توانائی کی بین الاقوامی ایجنسی (IEA) کے ایگزیکیوٹو ڈائریکٹر فاتح بیرال نے منگل کے روز ٹوکیو میں کیا۔اُنھوں نے میڈیا کو بتایا کہ امریکہ میں تیل کی پیداوار میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے اور اگر اس سال کے آخر تک نہیں تو اگلے سال امریکہ یقینی طور پر دنیا کا سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والا ملک ہوگا۔گزشتہ سال کے آخر میں امریکہ میں خام تیل کی پیداوار ایک کروڑ بیرل یومیہ سے تجاوز کرگئی تھی جس کے بعد تیل کی پیداوار کے حوالے سے امریکہ سعودی عرب سے آگے نکل گیا۔امریکہ کی توانائی سے متعلق اطلاعات کی انتظامیہ نے اس ماہ کے شروع میں کہا تھا کہ امریکہ میں تیل کی پیداوار اس سال کے آخر تک ایک کروڑ دس لاکھ بیرل یومیہ سے بڑھ جائے گی جس کے بعد وہ سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والے ملک روس کو بھی پیچھے چھوڑ جائے گا۔روس میں تیل کی یومیہ پیداوار ایک کروڑ دس لاکھ بیرل کے قریب ہے۔(وائس آف امریکہ)

امریکی تاریخ کی پہلی باحجاب خاتون اینکر

امریکی مسلم خاتون طاہرہ رحمان نے تاریخ رقم کرتے ہوئے امریکہ کی تاریخ میں پہلی باحجاب ٹی وی نیوز اینکر بننے کا اعزاز حاصل کرلیا۔۲۷/سالہ طاہرہ رحمان امریکی ٹی وی چینل ''سی بی ایس'' میں حجاب کے ساتھ آن ایئر ہوئیں اور بطور نیوز اینکر خبریں پڑھ کر اپنے خوابوں کو حقیقت میں بدل دیا۔طاہرہ رحمان نے نیوز اینکر بننے کا پختہ عزم رکھا

حج سبسڈی ختم ہونے کے باوجود سفر حج کے کرایہ میں کمی

اقلیتی امور کے مرکزی وزیر مختار عباس نقوی نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حج سبسڈی ختم ہونے کے باوجود اس بار سفر حج کے کرائے میں بہت کمی آئی ہے اور عازمین حج کو سیاسی اور اقتصادی استحصال سے نجات ملی ہے۔مسٹر نقوی نے میڈیا کو بتایا کہ سرینگر کے عازم حج نے ۲۰۱۴ء میں جہاں حج کرایہ تقریباً دو لاکھ روپے ادا کئے تھے، وہیں اس بار اُسے ایک لاکھ ایک ہزار چار سو روپے دینے ہوں گے۔مسٹر نقوی نے بتایا کہ شفاف نظام اور ہوا باز کمپنیوں کو ناجائز طریقے سے کرایہ بڑھانے سے روکنے کی سخت ہدایات کی بدولت یہ فرق پڑا ہے اور حج سبسڈی ختم ہونے کے باوجود اس بار حج کیلئے ہوائی سفر کے کرایہ میں کمی ہوئی ہے۔ سفر حج کے لئے عالمی گلوبل ٹنڈر سے سعودی عرب کے عدم اتفاق کا ذکر کرتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ ایسا کوئی بھی نظم خارج از امکان ہے۔ویسے اس مرتبہ انہوں نے حج کے سفر کے لئے ایوی ایشن کمپنیوں سے آن لائن ٹینڈر طلب کیا تھا۔جس میں انڈین ایئرلائنس کے علاوہ سعودی ایئرلائن اور فلائی ناس کے کرائے سب سے کم پائے گئے۔اس بار انڈین ایئرلانس اور سعودی ایئرلائن کے طیارے سات سات مقامات سے اور فلائی ناس کے طیارے چھ مقامات سے اڑان بھریں گے۔مسٹر نقوی نے بتایا کہ انڈین ایئرلائنس کے طیارے چنئی، گوا، ناگپور، سرینگر، وارانسی، کولکاتہ اور ممبئی سے جبکہ سعودی ایئرلائن کے ہوائی جہاز احمد آباد، بنگلور، کوچی، دہلی، حیدرآباد، جے پور اور لکھنؤ سے اڑانیں بھریں گے۔اور فلائی ناس کی پروازیں اورنگ آباد، بھوپال، گیا، گوہاٹی، مینگلور اور رانچی سے ہوں گی۔حج کرائے کے تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) احمد آباد سے: 65015 روپئے، (۲) اورنگ آباد سے: 84946 روپئے، (۳) بنگلورو سے: 82419 روپئے
(۴) بھوپال سے: 91090 روپئے، (۵) کوچی سے: 74431 روپئے، (۶) چنئی سے: 77181 روپئے
(۷) دہلی سے: 71853 روپئے، (۸) گیا سے: 98852 روپئے، (۹) گوا سے: 82730 روپئے
(۱۰) گوہاٹی سے: 1,12,837 روپئے، (۱۱) حیدرآباد سے: 65766 روپئے، (۱۲) جے پور سے: 79038 روپئے
(۱۳) کولکاتہ سے: 57857 روپے، (۱۴) ناگپور سے: 70680 روپئے (۱۵) رانچی سے: 1,3,353 روپئے
اور وارانسی سے: 92004 روپئے

چار ہزار کروڑ کے ایک اور گھوٹالہ کا انکشاف

کانپور میں روٹومیک کے مالک وکرم کوٹھاری جیسا ایک بڑا گھوٹالہ سامنے آیا ہے۔یہاں ڈاکٹر ایم پی اگروال کی کمپنی شری لکشمی کاٹن لمٹیڈ نے ۱۶/ بینکوں سے تین ہزار نو سو بہتر کروڑ کا قرضہ لیا تھا اور اب یہ کمپنی ڈیفالٹر ہوگئی ہے۔واضح رہے کہ اگروال کی کمپنی ''شری لکشمی کاٹن لمٹیڈ'' ٹیکسٹائل اور دفاع کا سامان بناتی ہے۔کمپنی پر سینٹرل بینک آف انڈیا کے تین ہزار نو سو چار کروڑ، یوکو بینک کے پینسٹھ کروڑ روپے اور آئی ایف سی ایل کے ۵/ کروڑ روپئے بقایا ہیں۔واضح رہے کہ انکم ٹیکس محکمہ نے روٹومیک کے مالک وکرم کوٹھاری کے خلاف مبینہ ٹیکس چوری کے معاملے میں چارج شیٹ داخل کی ہے۔(قومی آواز)

بہار اسمبلی میں 1,76,990 کروڑ روپئے کا بجٹ پیش

بہار اسمبلی میں منگل کو اپوزیشن کے زبردست ہنگامے کے بیچ مالی سال 19-2018 کے لیے 1,76,990 کروڑ روپئے کا بجٹ پیش کیا گیا، جس میں سے اکیس ہزار تین سو گیارہ کروڑ روپئے سڑک، بجلی اور تعلیم پر خرچ ہوں گے۔اسمبلی میں وزیر خزانہ اور نائب وزیر اعلیٰ سشیل کمار مودی نے وقفے کے بعد مالی سال 19-2018 کے لیے 1,76990.27 کروڑ روپئے کا بجٹ پیش کیا، جو گذشتہ مالی سال 18-2017 کے 1,60085.69 کروڑ روپئے کے بجٹ کے مقابلہ میں 16904.58 کروڑ روپئے زیادہ ہے، اس بجٹ میں شعبۂ تعلیم پر سب زیادہ 32125.64 کروڑ روپئے، سڑک کی تعمیر پر 17397.67 کروڑ روپئے، اور بجلی کے محکمہ پر 10257.66 کروڑ روپئے صرف ہوں گے۔وزیر خزانہ سشیل کمار مودی نے کہا کہ یہ بجٹ وزیر اعلیٰ کے سات عزائم، تیسرے زراعتی روڈ میپ، ہر گھر اور ہر کھیت تک بجلی، شراب بندی، اطفال شادی اور جہیز مخالف مہم کے بل بوتے بدعنوانی سے پاک ترقی یافتہ بہار بنانے کے عزم کی سمت میں سنگ میل ثابت ہوگا۔

NEET کے امتحان کے لیے امتحان مراکز کی تعداد میں اضافہ

طلبہ کی سہولت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے NEET2018 کے لیے امتحان مراکز کی تعداد میں اضافہ کیا گیا ہے۔فروغ انسانی وسائل کے وزیر پرکاش جاویڈکر نے کہا کہ 2017 کے مقابلہ میں اس سال امتحان مراکز کی تعداد زیادہ ہوگی، گذشتہ سال چار ہزار سے زیادہ طلبہ کو اپنے شہر میں امتحان مرکز نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے شہروں میں جا کر امتحان دینا پڑا تھا۔واضح ہو کہ میڈیکل کے شعبہ میں داخلہ کے لیے ہونے والے مقابلہ جاتی امتحان NEET کا آن رجسٹریشن جاری ہے، جس کی آخری تاریخ ۹/مارچ ہے۔(ایجنسی)

سطحِ سمندر میں متوقع اضافہ، ساحلی علاقوں کے لیے خطرہ

ایک نئی تحقیق کے مطابق سطح سمندر میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے جس کے باعث ساحلِ سمندر پر واقع شہروں کو شدید خطرات لاحق ہوسکتے ہیں۔ایک محتاط اندازے کے مطابق پانی کی سطح میں یہ اضافہ موجودہ شرح سے دگنا ہونے کا امکان ہے۔امریکی ریسرچ میگزین ''پروسیڈنگز آف نیشنل اکیڈمی آف سائنسز'' کے مطابق عالمی سمندروں میں پانی کی سطح اتنی تیز رفتاری سے بلند ہورہی ہے کہ رواں صدی کے آخر تک یہ اضافہ چھیاسٹھ سینٹی میٹر یا چھبیس انچ تک پہنچ سکتا ہے۔یہ اضافہ تقریبا اقوام متحدہ کی جانب سے پہلے سے دیے گئے اعداد و شمار جتنا ہی ہے۔سمندروں میں پانی کی سطح کا اس طرح سے بلند ہونا دنیا بھر کے بہت سے ساحلی شہروں کے لیے شدید مشکلات اور خطرات کا سبب بن سکتا ہے۔اس تحقیق میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ ماضی میں سمندر کی سطح میں سالانہ تین ملی میٹر اضافہ ریکارڈ کیا جارہا

خالق کائنات کے قانون میں تبدیلی برداشت نہیں: مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی

اسلام ہمہ گیر اور آفاقی مذہب ہے، جس نے زندگی کے تمام گوشے میں ہماری رہنماءکی ہے، اسلام کا قانون خالق کائنات کا بنایا ہوا قانون ہے، یہ مکمل اور مدلل ہے، یہ ابدی قانون ہے، مسلمان اللہ کے قانون سے مطمئن ہیں، خالق کائنات کے قانون میں تبدیلی کو مسلمان کسی بھی قیمت میں برداشت نہیں کرسکتا ہے، ان خیالات کا اظہار مفتی امارت شرعیہ مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی نے ارکی، ضلع جہان آباد میں منعقد بعد نماز مغرب **"دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس"** کی تیاری کے سلسلہ میں ایک مشاورتی میٹنگ سے کیا، انہوں نے حکومت کے طلاق مخالف بل کے نقصانات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کو بلا وجہ پریشان کرنے، مسلم نوجوانوں کو جیل میں ڈالنے، ان کو معاشی واقتصادی اعتبار سے کمزور کرنے، ان کے بچوں کو جاہل رکھنے، اور عورت کے لئے بربادی کے دروازہ کو کھولنے کی سازش ہے، ہم مسلمان اس بل کی پرزور مخالفت کرتے ہیں، اور حکومت ہند سے اس کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں، آج ہی دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس جو ۱۵/اپریل کو گاندھی میدان پٹنہ میں منعقد ہونے جارہی ہے، اس کی تیاری کے سلسلہ میں شہر جہان آباد کے مواضعات مثلا مخدوم آباد، پنچھی مسجد، نوری مسجد جعفر آباد وغیرہ میں مشاورتی نشست ہوئی، لوگوں نے بڑے جوش وجذبۂ ایمانی کے ساتھ شرکت کی، ہر جگہ اس پروگرام کو با مقصد بنانے کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی گئیں، ان تمام پروگراموں میں مفتی سعید الرحمٰن صاحب کے ہمراہ جہان آباد واروَل کے قاضی شریعت مولانا قاضی اصغر قاسمی صاحب، مولانا وقاری سمیع اللہ صاحب اور مولانا محبوب رحمانی ندوی نے بھی شرکت کی۔

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کو کامیاب بنانے کی تیاری زوروں پر

نالندہ میں کئی مقامات پر میٹنگ میں علماء، ائمہ و دانشوران کا اظہار خیال

اسلام پور نالندہ: مورخہ 27 فروری کو مسجد سکینہ اسلام پور میں دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کو کامیاب وبا مقصد بنانے کے سلسلہ میں پورے علاقہ میں ائمہ کرام، عہلماء اور دانشوروں کی ایک اہم نشست منعقد ہوئی، جس کی صدارت مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی امارت شرعیہ نے کی، امارت شرعیہ سے مولانا عبد الرحمٰن قاسمی بھی میٹنگ میں شریک تھے۔ میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے جناب مولانا منصور عالم قاسمی قاضی شریعت نالندہ نے فرمایا کہ اس وقت ملک کی صورت حال بہت سنگین ہے، اقلیتوں کے مذہبی حقوق کو سلب کرنے اور ان پر غیر مذہبی قانون مسلط کرنے کی پرزور کوشش جاری ہے۔ موجودہ طلاق بل جس کو حکومت مکمل طور پر نافذ کرنا چاہتی ہے، اسی کی ایک کڑی ہے۔ اسی لیے مفکر اسلام حضرت امیر شریعت مدظلہ نے دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تمام مسلمانوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ 15 اپریل 2018 کو گاندھی میدان میں جمع ہو کر اپنی ملی بیداری کا ثبوت پیش کریں۔ موصوف نے کہا کہ یہ ملک آزاد ہے، یہاں مذہب بھی آزاد رہے گا۔ موجودہ حکومت عورتوں کے حقوق کا بہانہ بنا کر آزاد ملک میں مذہب کو غلام بنانے کی سازش کر رہی ہے، جو ملک کی سالمیت کے لیے خطرہ ہے۔ طلاق بل قرآن کریم میں مداخلت ہے جو کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں ہے۔ لہٰذا ظلم و بربریت اور حکومت کے سیاہ قانون کے خلاف مورخہ 15 اپریل 2018 کو دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس میں شریک ہو کر ملی اجتماعیت اور دینی بیداری کا ثبوت پیش کرنا تمام مسلمانوں کا ایمانی فریضہ ہے۔ اس میٹنگ میں اسلام پور اور قرب وجوار کے علماء، ائمہ کرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور کانفرنس کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں گاڑیوں کے انتظام وغیرہ کا عزم کیا۔ لوگوں میں جوش وخروش، جذبۂ ایمانی اور امیر شریعت کے حکم پر اطاعت وفرماں برداری کا جذبہ قابل رشک نظر آیا۔ میٹنگ میں بطور اسلام پور کے ائمہ کرام کے علاوہ ہیرتھو، کپسیا، مینا بازار، پنہر، دھوبڈیہہ وغیرہ کے ائمہ کرام نے شرکت کی۔ جامع مسجد اسلا پور کے امام مولانا محمد ارشد ندوی، امارت شرعیہ کے نقیب مولانا محمد علیم الدین، مولانا امتیاز امام جامع مسجد ملح بیگھہ، حافظ ضمیر الدین ملک سرائے، مولانا عابد قاسمی، حافظ صدام حسین معلم جامعہ دار السلام، قاری حنیف صاحب معلم مدرسہ حمایت اسلام وغیرہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ ایک اہم میٹنگ مولانا ڈیہہ نالندہ میں بھی بعد نماز عصر ہوئی، جس میں امارت شرعیہ کے نمائندگان کے علاوہ مدرسہ معراج العلوم مولانا ڈیہہ کے صدر مدرس مفتی محمد رستم صاحب، ماسٹر محمد عرفان احمد صاحب، امام جامع مسجد مولانا ڈیہہ مولانا شمس الہدیٰ قاسمی صاحب، ماسٹر محمد تنویر عالم صاحب، جناب شمیم احمد صاحب، بنچھلی جامع مسجد کے امام مولانا افضل صاحب مفتاحی، امیر گنج جامع مسجد کے امام اور اس کے علاوہ جناب ماجد حسین صاحب، صبی الدین صاحب، حافظ محی الدین صاحب، نسیم کوثر صاحب، امارت شرعیہ کے نقیب محمد عقیل احمد صاحب اور دیگر معززین نے شرکت کی اور اس بات کا عزم کیا کہ امیر شریعت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بڑی تعداد میں مسلمان اس کانفرنس میں شریک ہوں گے اور ہر طرح کا تعاون پیش کریں گے۔ اس کے علاوہ ہلسہ درگاہ محلّہ، مدرسہ اجتہادیہ اور جامع مسجد حیدر گنج کڑاہ میں بھی اہم میٹنگیں منعقد ہوئیں، جس میں بڑی تعداد میں قرب وجوار کے ائمہ، علماء، خواص اور نوجوانوں نے شرکت کی اور کانفرنس کو کامیاب بنانے کا عزم کیا۔

موجودہ پریشانیوں کا حل مومن بن کر زندگی گذارنے میں ہے

قرآنی مجلس کے اجلاس میں حضرت امیر شریعت کا کلیدی خطبہ

قرآنی مجلس مونگیر کی پندرہ سوویں نشست کی مناسبت سے رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر میں منعقد اجلاس بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوگیا، اس موقعہ پر قرآن مجید کی تلاوت حافظ سرفراز عالم متعلم جامعہ رحمانی نے کی اور جناب مولانا عبد الدیان صاحب رحمانی استاذ تفسیر جامعہ رحمانی مونگیر نے تلاوت کردہ آیات کی تفسیر بیان کی، جامعہ رحمانی کے اساتذہ جناب مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری اور جناب مولانا کبیر الدین صاحب رحمانی نے اس موقعہ پر سامعین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن مجید کی آیتوں میں اللہ کی ذات پوشیدہ ہوتی ہے، جس طرح پھول کی خوشبو پھول کے پتوں میں ہوتی ہے، اس لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے سننے والے اور اس کے معانی ومطالب کو جاننے والے خدا کے محبوب اور ہیں، اور اجر وثواب کے مستحق ہیں، اجلاس سے خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشین مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے فرمایا کہ موجودہ حالات میں قرآن کی رہنمائی ہمیں اس آیت سے واضح طور پر ملتی ہے، جو جنگ احد کے نقصان سے دل برداشتہ مسلمانوں کی تسکین اور دلجوئی کے لئے اور مشکل حالات میں پنجہ آزمائی کا سبق سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا، **ولا تھنو ولا تحزنوو انتم الاعلون ان کنتم مومنین** پریشانیوں اور مصیبتوں میں گھبرا کر سست مت پڑ جاؤ، غم، خوف اور ہراس سے مایوس اور شکستہ دل نہ ہو جاؤ، ایمان کے ساتھ زندہ رہو اور ایمانی تقاضوں پر عمل کرو اور اپنی زندگی دینی سانچے میں ڈھال لو، تو تم ہی سر بلند رہو گے، دنیا بھی تمہارے قدموں میں ہوگی اور آخرت میں بھی کامیابی تمہیں ملے گی، انہوں نے کہا کہ حالات پہلے بھی خراب ہوئے ہیں، اور اس سے زیادہ خراب رہے ہیں، بزدلی کا یہ عالم تھا کہ مسلمان قتل ہونے کے انتظار میں تاتاریوں کے کہنے پر کھڑا رہتا تھا، تاتاری ایک ناقابل تسخیر قوم بن چکی تھی، مگر وہ بھی مسخر ہوئی، ابھی ویسے حالات نہیں آئے ہیں، المیہ یہ ہے کہ معمولی عہدوں پر براجمان لوگوں کے دروں کا چکر ہم لگاتے پھرتے ہیں، مگر اس مالک وخالق کے دربار میں نہیں جھکتے جس کے ایک اشارہ پر زیر وزبر ہوتا ہے، اگر ہم سچے ایمان والے بن جائیں اور مومنانہ اوصاف کے ساتھ زندگی گذارنے لگیں تو پھر ہم ضرور سرخرو ہو کر رہیں گے، انہوں نے کہا کہ قرآن نے جس سے روکا وہی بیماری ہمارے اندر پیدا ہوگئی ہے، جسے اللہ کے رسول نے وہن سے تعبیر کیا، اللہ کے رسول نے پیشین گوئی کی تھی کہ قومیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گی، ان کا رعب ان کے دلوں سے نکل جائے گا، وہ جھاگ کے مانند بے وزن ہو جائیں گے، اور ایسا اس لیے ہوگا کہ ان میں وہن پیدا ہو جائے گا، صحابہ نے پوچھا کہ وہن کیا ہے یا رسول اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، دنیا کی محبت اور موت سے ناگواری۔ دیکھ لیجئے، آج مسلمانوں میں یہ بیماری ہے یا نہیں۔ حضرت امیر شریعت نے قرآنی مجلس کی پندرہ سوویں نشست کی تکمیل پر اراکین مجلس کو مبارکباد دی، اور کہا کہ تسلسل اور پابندی کے ساتھ کام کرنے کی بڑی برکت اور افادیت ہے، مگر دکھ کی بات یہ ہے کہ آج مسلمانوں میں دیر تک کرتے رہنے کا جذبہ نہیں رہ گیا ہے، ہماری اس کمی نے بھی ہمیں کمزور اور پس پشت کیا ہے، اجلاس میں موقعہ کی مناسبت سے مولانا منظر قاسمی رحمانی، قاری محمد اشتیاق ندوی نے نظم ونعت سنا کر سامعین کو محظوظ کیا، اجلاس کی نظامت قرآنی مجلس کے سرگرم رکن الحاج حافظ محمد امتیاز رحمانی نے کی۔ اجلاس کو کامیاب بنانے میں الحاج عطاء الرحمٰن صاحب، منظور عالم صاحب، محمد پرویز اور دوسرے اراکین نے سرگرم حصہ لیا۔

مسلم خواتین کا مسئلہ تین طلاق نہیں بلکہ تعلیم، روزگار اور تحفظ ہے: ڈاکٹر اسماء زہرہ

تین طلاق مسلم خواتین کا مسئلہ ہونے کے نظریہ کو مسترد کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی خواتین ونگ کی صدر ڈاکٹر اسماء زہرہ نے کہا کہ مسلم خواتین کا مسئلہ تین طلاق نہیں بلکہ تعلیم، روزگار اور تحفظ ہے۔ یہ بات انہوں نے یہاں جے پور میں تین طلاق بل کے خلاف مسلم خواتین کی ریلی سے یک روز قبل پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں شادی بیاہ جنم جنم کا بندھن نہیں ہے بلکہ سول کنٹریکٹ ہے، کوئی بھی مسلم خاتون شوہر سے الگ ہو سکتی ہے اور دوسری شادی کرسکتی ہے۔ انہوں نے دعوی کیا کہ حکومت تین طلاق بل کے ذریعہ مسلم خواتین پر ظلم کر رہی ہے۔ جب تک عدالت تین طلاق کے بارے میں فیصلہ کرے گی اس وقت تک عورت کی زندگی برباد ہو چکی ہوگی۔ انہوں نے تین طلاق بل کو خامیوں سے پر قرار دیتے ہوئے کہا کہ کسی بھی ماہر قانون نے اسے اچھا نہیں کہا ہے بلکہ اسے تضادات سے بھرپور قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس بل کو تاریخی بل اور مسلم خواتین کو با اختیار بنانے والا بل قرار دیا جا رہا ہے جب کہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ جب مرد تین سال کے لئے جیل چلا جائے گا تو خواتین با اختیار کیسے ہو جائیں گی اور جیل جانے والا شوہر اور اس کے خاندان والے عورت کو قبول کریں گے۔ ڈاکٹر اسماء زہرہ نے کہا کہ تین سو خواتین کے کہنے پر حکومت تین طلاق بل لے آئی جب کہ اس کے خلاف کروڑوں خواتین ہیں مگر ان کی بات نہیں سنی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوک سبھا میں اس بل پر بھرپور طریقے سے بحث نہیں ہوئی اور نہ ہی پیش کی گئی 17 ترمیموں کو منظور کیا گیا لہٰذا راجیہ سبھا میں اس بل کو ہرگز پاس نہیں کیا جانا چاہئے۔ مسلم پرسنل لاء بورد کے سکریٹری اور مسلم پرسنل سوشل میڈیا کے انچارج مولانا عمرین رحمانی نے تین طلاق بل کی خامیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ بل شریعت سے ٹکرانے والا اور آئین کے خلاف اور مسلم مردوں کو دشواری میں ڈالنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس بل میں جو التزامات کئے گئے ہیں اس سے طلاق کو کالعدم قرار دیا گیا ہے لیکن تین سال کی سزا اور جرمانہ کا نظم ہے۔ شق تین کے تحت جس میں تین طلاق کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے مگر اس میں سزا کا التزام ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے اس بل کو پیش کرنے سے پہلے مسلمانوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا ہے جب کہ دنیا کے کسی ملک میں جب کسی طبقے کے لئے قانون سازی کی جاتی ہے تو اس سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ مگر حکومت نے اس سلسلے میں کوئی مشورہ نہیں کیا اور جب مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر مولانا رابع حسنی ندوی نے اس سلسلے میں وزیر اعظم نریندر مودی کو خط اس سلسلے میں خط لکھ کر خامیوں کی نشاندہی کی۔ لیکن ہاں اب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا...... مسلم پرسنل لا بورڈ کی رکن اور سماجی کارکن فاطمہ مظفر مسلمانوں میں طلاق کی زیادہ شرح سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی مذہب کے مقابلے میں مسلمانوں کی طلاق کی شرح بہت کم ہے۔ انہوں نے تمل ناڈو کی مثال پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہاں طلاق کا مسئلہ شاذ ونادر ہی پیش آتا ہے اور مسلمان خوشگوار ازدواجی زندگی گزارتے ہیں۔

امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کا مظفر پور اور ویشالی کا دورہ

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کی کامیابی کے لئے مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی جو مدارس اور پبلی سیٹی کمیٹی کے کنوینر بھی ہیں نے مظفر پور اور ویشالی کے مختلف مقامات کا دورہ کیا، اور وہاں چھوٹے بڑے جلسوں کو مخاطب کیا، انہوں نے کہا کہ اس وقت دین میں مداخلت کا دروازہ کھولا جا رہا ہے اور دیش کی جمہوریت خطرہ مین ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ ہم لوگ اس کے خلاف آواز اٹھائیں، اس دور میں چونکہ جلسے اور مظاہرہ کے زبان ہی سمجھی جاتی ہے، اس لئے حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء کو گاندھی میدان میں دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس میں جمع ہونے کے

بقیـــــات

(**بقیہ: قانون کا بنیادی مقصد**) (۳) قدریں، روایتیں، خواہ کتنی ہی مستحکم بنیادیں رکھتی ہوں، اب ان میں آسانی کے ساتھ تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

(۴) کچھ مرحلے ایسے بھی آتے ہیں، جہاں اخلاق اور مذہب کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

مذہب، قانون کی اس ہمہ جہت حیثیت کو قبول نہیں کرتا؛ اس لیے نہیں کہ قانون نے اسے کنارہ لگادیا ہے؛ بلکہ اس لیے کہ قانون کبھی عملی حیثیت سے اتنا مؤثر عامل نہیں بن سکتا کہ انسان کے ظاہری اعمال اور باطنی احساسات پر قابو پاسکے، اخلاق بھی قانون کے ان اصولوں کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ اخلاق کی اعلیٰ قدریں اور ابدی صداقتیں باقی نہ رہیں تو پھر جلدی ہی خیر وشر کا کوئی معیار نہیں رہ جائے گا، سقراط نے تو صرف اتنا سوچا تھا کہ انسان شر کو بوقت عمل خیر سمجھ کر کرتا ہے، مگر صورت یہ ہوجائے گی کہ انسان شر کو خیر اور خیز کو شر سمجھنے لگے گا اور لطف یہ ہے کہ اس سمجھنے میں برابر الٹ پھیر ہوتی رہے گی۔ قانون کی اس ہمہ جہت اور بہت وسیع حیثیت کو انسانی عقل، ضرورت اور خواہش سے غذا ملتی ہے، ہمیں اس کا جائزہ لینا ہوگا کہ قانون جس کا وسیع مفہوم بیان کیا گیا، کی یہ بنیادیں کتنی مستحکم ہیں:

جسے ضرورت کہا جاتا ہے، وہ زندگی کا کوئی ایسا عنصر نہیں ہے، جو زندگی کی کسی کمی کی تکمیل کرتا ہو، بلکہ ضرورت، مضبوط خواہشوں کا نام ہوکر رہ گیا ہے، یہ کام میرے لیے ضروری ہے، کہنے والا شخص اس کام کے ذریعہ کسی ایسے ضروری کام کو ہی انجام نہیں دیتا جو اس کی یا معاشرہ کی کسی کمی کو پورا کرے؛ بلکہ بسا اوقات اسے صرف اس لیے ضروری سمجھتا ہے کہ وہ اسے کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔

خواہش کا معاملہ اس سے بھی سوا ہے، ذہن میں آیا ہوا کوئی موہوم نقطہ، دوراز کار تمنا اور ابھرتی ہوئی آرزو بہت جلد اور آسانی کے ساتھ خواہش کا درجہ لے لیتی ہے اور ہزاروں خواہشیں کبھی اس انداز کی بھی ہوتی ہے کہ ہر خواہش پر دم نکلے۔ عقل، خواہش اور ضرورت کو منظّم کرتی ہے اور اسے قانون کی شکل دیتی ہے، قانون کے باب میں عقل کو مرکزی کردار ادا کرنا پڑتا ہے، یہ سوچنا ہوگا کہ کسی حد بندی، کسی کردار اور کسی قابل احترام روایت کے بغیر صرف عقل یہ ذمہ داری کہاں تک انجام دے سکتی ہے؟ عقل یکساں نہیں ہوتی، دو عقلیں، دو مختلف؛ بلکہ متضاد نظریہ کو عام طور پر قبول کرتی رہتی ہیں، یہ ایک حقیقت ہے، عقل متلون اور منفعل ہوتی ہے، یہ مشاہدہ ہے، بڑی بڑی عقلوں نے ہمالیائی غلطیاں کی ہیں اور عقل مندوں کی دنیا نے عرصہ تک ان غلطیوں کو عقل کا نکتہ سمجھ کر مقدس امانت کی طرح سینے سے لگائے رکھا ہے، حرکت کا وجود ممکن نہیں ہے، زینوں کی عقل یہ کہتی ہے اور ایک دنیا نے اسے قبول کیا، اشیاء کا خارجی وجود ذہنی دھوکا ہے، برکلے کی عقل اس پر یقین رکھتی ہے اور ایک دنیا نے اس کے دلائل کو مان لیا، کائنات کا وجود نظم وترتیب اور پوری ہم آہنگی چاہتا ہے، مگر ہیگل کے خیال میں یہ پوری کائنات تناقض پر قائم ہے، یہ چند مثالیں ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ عقل بدیہی امور کے خلاف اتنے دلائل جمع کردیا کرتی ہے کہ دوسری عقلیں انہیں ماننے پر مجبور ہوجاتی ہیں، آج بھی جو اہم عقلی نظریے کام کررہے ہیں، کون جانتا ہے کہ ان پر آنے والا کل کچھ اسی انداز کے تبصرے کرے۔

ان فلسفیانہ نظریات کی طرح ''فلسفۂ حیات'' کی گروہ کشائی اگر صرف عقل کے ذریعہ کی گئی تو یہ کہنا غلط نہیں ہونا چاہئے کہ فلسفہ حیات کو بھی فلسفیانہ نظریات کی طرح ناکامیوں سے واسطہ پڑتا رہے گا اور زندگی بسر کرنے کے بجائے ڈھونڈتے رہنے میں گذر جائے گی؛ اس لیے عقل کو مسائل انسانی اور فلسفہ زندگی کے حل کی پناہ گاہ بنانا غلط ہے اور عقل پر ایسا بوجھ ہے، جس کے اٹھانے کی اس میں سکت نہیں، بقول شاعر مشرق علامہ اقبال:

ترے سینہ میں دم ہے دل نہیں ہے
ترا دم گرمئی محفل نہیں ہے
گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

بلاشبہ عقل قدرت کا بہت بڑا عطیہ ہے اور یہ عطیہ بندر کھنے کے لیے نہیں بنایا گیا ہے، اس کا بہترین مصرف ہے اور وہ ضرور لینا چاہیے؛ لیکن اس مصرف کے دائرہ کو حد سے زیادہ پھیلانا بڑی بھول ہوگی اور یہ خیال رکھنا ہوگا کہ زندگی قدرت کی مقدس امانت ہے، جسے تجربات کی آماجگاہ نہیں بنایا جاسکتا، ان ہی وجوہ کی بنا پر مذہب اور اخلاق، قانون کو وہ درجہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، جو اسے دیا جارہا ہے۔

مذہب کا ذہن یہ ہے کہ انسانوں سے آباد یہ دنیا اور سیاروں سے بھری یہ کائنات خدا کے حسن تخلیق اور ذوق تدبیر کا شاہکار ہے، وہ علیم وخبیر ہے اور صفت رحمت اس کے تمام اوصاف پر حاوی ہے، وہ انسان کا خالق اور اس کا مہربان ہے، اس نے دنیا کی ساری نعمتیں انسان کے لیے بنائی ہیں اور آسائش دوگیتی کا مصرف لینے والا انسان ہی کو قرار دیا گیا ہے، مذہب بتاتا ہے کہ مقتدر اعلیٰ اور خود مختار قوت خدا ہے اور یہ قوت صرف تخلیق کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ اس لیے بھی ہے کہ یہ خود انسان کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ خود مختاری اور اقتدار اعلیٰ کا بنیادی مظہر قانون سازی ہے، ہم اگر قانون ساز اداروں کے قوانین تسلیم کرتے ہیں تو قوانین اگر چہ ریاست کی قوت سے غذا حاصل کرتے ہیں، مگر اس قوت کا عملی مظاہرہ، قانون ساز اداروں کے ارکان کیا کرتے ہیں، پھر تو یہی بہتر ہے کہ اپنے جیسوں کے بنائے قوانین کو ماننے کے بجائے زیادہ بلند، زیادہ مضبوط اور زیادہ باخبر کے قوانین مانے جائیں، ایسا کرنا اسلیے بھی ضروری ہے کہ انسان کے پاس جو ذرائع ہیں، وہ کمزور ہیں اور قانون سازی میں جو بنیادیں (ضرورت، خواہش، عقل) تسلیم کی گئی ہیں، وہ غیر مستقل ہیں اور ان کے بس میں نہیں کہ مزاج انسانی، اس کی کیفیات اور حقیقی ضرورتوں کی تفصیلات کو سامنے رکھ کر کوئی لائحہ عمل تیار کرے، بقول ایک فلسفی:

فلسفہ ایک قابل قبول پیمانہ اقدار تلاش کرنے میں ناکام رہا ہے اور اصول قانون کے بنیادی سوالات کے جواب آج بھی انسان کے دست رس سے باہر ہیں۔ نہیں، وہ کچھ اور پیچیدہ ہوگئے ہیں۔

مذہب یہ بھی بتاتا ہے کہ کچھ اعلیٰ قدریں، غیر متزلزل حقیقتیں اور ابدی صداقتیں ہیں، جنہیں ماننا چاہیے، اگر انہیں نہیں مانا گیا تو فکری بے راہ روی، ذہنی انتشار اور عملی گراوٹ پیدا ہوگی اور وہ پہلی منزل ہی گم ہوجائے گی، جسے پاکر انسان حقیقی ترقی کو پاتا اور آگے بڑھتا ہے۔

(**بقیہ: پنچائتوں کو بااختیار بنانے کی ضرورت**)

ملنے چاہئے؛ کیونکہ منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں سرکاری افسران ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، جب ان کے بغیر پنچایتیں اپنے ترقیاتی منصوبوں کو نافذ کرنے کی پہل کریں گی تو یقینی طور سے تبدیلی آئے گی۔ آج حال یہ ہے کہ حکومت اپنے پنچ سالہ منصوبوں میں دیہات کو اوپر اٹھانے کے لئے نئی نئی گنجائشیں پیدا کرتی اور اس مقصد کی اسکیمیں بناتی ہے؛ لیکن وہ عموما کاغذوں تک ہی محدود رہتی ہیں، ان کی عملی شکل یا خاطر خواہ فائدہ کہیں نظر نہیں آتا، اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ منصوبوں اور اسکیموں کو عمل میں لانے کا طریقہ کافی الجھا ہوا ہے، مرکز سے ریاست، ریاست سے ضلع اور ضلع سے دیہی سطح تک پہونچتے پہونچتے منصوبوں کے لئے فراہم رقم نہ جانے کہاں کھو جاتی ہے، گاؤں اور مواضعات اس سے محروم رہتے ہیں، دوسری طرف ریونیو وصولی میں مرکزی اور ریاستی حکومتیں کسی طرح کی نرمی کا مظاہرہ نہیں کرتیں۔ آج کے ہندوستان میں پنچایت نظام کا ڈھانچہ اسی وقت کارگر ثابت ہوگا، جب ہر سطح پر شفافیت اور جوابدہی کا تصور حاوی ہو اور اس کے لئے اطلاعات کا حق اپنے پورے معنوں میں نافذ ہو۔ نیز اس کے ساتھ انفارمیشن کو ایڈمنسٹریشن نیز اکاؤنٹنگ کے لفظی جھمیلوں سے آزاد کر کے اتنا آسان بنایا جائے کہ ہر کوئی اس کو سمجھ سکے، درحقیقت کسی حق اور قانون کو صحیح طور پر نافذ کرنے میں ہی اس کا امتحان ہوتا ہے۔

(**بقیہ جناب محمد داؤد حسن مرحوم**)

والد صاحب نے جب ہم بھائیوں میں زندگی میں ہی زمین بانٹ دینے کا فیصلہ لیا تو ان کے مشیر خصوصی داؤد بابو ہی تھے، انہوں نے ہی بتایا کہ رجسٹری کا کچھ حاصل نہیں ہے، بخود ہا تقسیم کر کے سب کو قبضہ دخل دیدیجئے، ہبہ مکمل ہوجائے گا، بہنیں تو ہمیں ہے ہی نہیں، والد صاحب نے سب بھائیوں کے حصے مقرر کر کے قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ کردیا، اسی پر ہم سب بھائی مطمئن اور قابض دخیل ہیں، باتیں بہت ساری ہیں، کیا کیا لکھوں، اور لکھوں بھی تو ان کے کیا کام آئے گا، ان کے لیے تو مغفرت کی دعا کیجئے اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا پر اس مضمون کو ختم کیجئے، اللہ بس باقی ہوس

اعـــلان مفقــود الخبــری

● مقدمہ نمبر ۳/۹۲/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء شیوہر) راضیہ خاتون بنت محمد سبحان مقام وڈاکخانہ ہرماں تھانہ تریانی ضلع شیوہر۔ مدعیہ۔ بنام۔ ابوالکلام ولد محمد مستقیم مرحوم مقام چک سلگاہی ڈاکخانہ کشھر تھانہ تریانی ضلع شیوہر۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ شیوہر میں تقریبا ۱۶/مہینے سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بناء پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۲۱/رجب المرجب ۳۹ھ مطابق ۷/اپریل ۲۰۱۸ء روز سنیچر کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۲۵/۸۸۹/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء سیوان) شبراتا خاتون عرف گڑیا خاتون بنت ورسیر مقام سرسا ڈاکخانہ وتھانہ دھنوتی ضلع سیوان۔ مدعیہ۔ بنام۔ صدام حسین ولد امام الدین انصاری مقام بھرتوئی ڈاکخانہ وتھانہ دھنوتی ضلع سیوان۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ سیوان میں تقریبا ڈھائی سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بناء پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۱۹/رجب المرجب ۳۹ھ مطابق ۵/اپریل ۲۰۱۸ء روز جمعرات کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔

● مقدمہ نمبر ۵۰/۲۱۵۸/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء دملہ) اکبری خاتون بنت ابوالحسن مقام جلواری تھانہ کیوٹی ضلع دربھنگہ۔ مدعیہ بنام۔ محمد گلفام ولد محمد قاسم مقام بگہا ڈاکخانہ جلوارہ تھانہ کمتول ضلع دربھنگہ۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء دملہ مدھوبنی میں دعویٰ دائر کیا ہے کہ آپ عرصہ ۸/سال سے غائب ولا پتہ ہے، اور نان ونفقہ واداء حقوق زوجیت سے محروم ہے، لہذا آپ مورخہ ۲۴/رجب ۳۹ھ مطابق ۱۰/اپریل ۲۰۱۸ء روز منگل بوقت ۱۰/بجے دن دارالقضاء دملہ میں حاضر ہوکر اپنے اوپر عائد الزامات کو رفع کریں، بصورت عدم حاضری وعدم پیروی مقدمہ فیصل کردیا جائے گا۔ فقط۔ قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۷/۳۹۸/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء مدرسہ شمسیہ گرگاواں ضلع گڈا) نورنساء بنت محمد رستم انصاری مقام وڈاکخانہ سرونی بازار تھانہ گڈا ضلع گڈا۔ مدعیہ۔ بنام۔ حسیر الدین انصاری بن شمس الدین انصاری مقام مہواٹانڑ گھٹیاری ڈاکخانہ سرونی بازار تھانہ سندر پہاڑی ضلع گڈا۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ شمسیہ گرگاواں ضلع گڈا میں تقریبا چھ سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے ونان ونفقہ اور دیگر حقوق زوجیت اداء نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے اس لئے اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۱۹/رجب ۳۹ھ مطابق ۵/اپریل ۲۰۱۸ء روز جمعرات کو خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر

ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

”دین بچاؤ، دیش بچاؤ کانفرنس“ کے لیے ضلع اور بلاک سطح پر تیاری جاری

امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی تحریک پر ۱۵؍اپریل ۲۰۱۸ء روز اتوار کو پٹنہ کے گاندھی میدان میں دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کی تیاری اور جائزے کے لیے مرکزی استقبالیہ کمیٹی کے تحت تمام ذیلی کمیٹیوں کی نشستیں جاری ہیں، اس سلسلہ میں اب تک وفود کمیٹی، رضا کار کمیٹی اور پبلسٹی کمیٹی کی میٹنگیں ہوچکی ہیں۔ پبلسٹی کمیٹی کی میٹنگ کمیٹی کے کنوینر مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ و مدیر ہفتہ وار نقیب کی صدارت میں ایک میٹنگ ۲۴؍فروری کو دفتر امارت شرعیہ میں ہوئی، جس میں نائب ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی، جناب محفوظ الرحمٰن صاحب ای ٹی وی، جناب سیماب اختر صاحب فاروقی تنظیم، جناب فیض الحسن صاحب ہمارا سماج، جناب شیث عالم صاحب روز نامہ پنداراور ہفتہ وار نقیب سے جناب مولانا رضوان احمد ندوی نائب مدیر اور سید محمد عادل فریدی صاحبان شریک ہوئے۔ اس میٹنگ میں اتفاق رائے سے طے ہوا کہ متعلقہ موضوع سے متعلق تعارفی لٹریچر، اسٹیکر، بینر اور اشتہارات بڑی تعداد میں اردو اور ہندی زبانوں میں طبع کرائے جائیں اور انہیں بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے ہر شہر اور گاؤں تک پہونچایا جائے، ملک کے دوسرے حصوں میں بھی اس کی تشہیر کی جائے۔ میٹنگ میں یہ بھی طے ہوا کہ اس پیغام کو پھیلانے کے لیے سوشل میڈیا کا بھی سہارا لیا جائے اور وہاٹس اپ، فیس بک، ٹوئٹر اور دیگر ذرائع سے خوب تشہیر کی جائے۔ اس کے لیے میڈیا سیل بنا دیا گیا ہے اور سوشل میڈیا پر تشہیر کا کام شروع کر دیا گیا ہے، شعبۂ دعوت کے کارکنان اور کانفرنس کے لیے بنائے گئے خصوصی دفتر کے ارکان بشمول آفس انچارج مولانا سہیل اختر قاسمی اس میں لگ چکے ہیں۔ میٹنگ میں یہ بھی طے ہوا کہ اردو اخبارات کے مدیران، مالکان اور نمائندگان کی خصوصی میٹنگ آئندہ ۴؍مارچ ۲۰۱۸ء کو، پٹنہ کے حج بھون میں رکھی جائے گی، جس میں شہر کے تمام اردو اخبارات کے نمائندوں کے علاوہ ہندی اور انگریزی اخبار اور الیکٹرونک میڈیا کے نمائندوں کو بھی مدعو کیا جائے گا۔ یہ بھی طے ہوا کہ ضلعی سطح پر ائمہ کرام، نقباء امارت شرعیہ اور علماء مدارس اس کانفرنس کے لیے اپنی تیاریوں کی رپورٹ اخبارات کو بھیجتے رہیں اور پوری مستعدی کے ساتھ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی خدمات پیش کریں، بڑی تعداد میں لوگوں کی گاندھی میدان تک لانے کے لیے تشکیل کی جائے، ہر محلّہ سے گاڑیاں بک کر لی جائیں اور اس کے انتظامات اور اخراجات کا نظم مقامی لوگوں کے تعاون سے کریں۔ اس کے علاوہ بھی پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے مفید تجاویز منظور ہوئیں۔

”دین بچاو دیش بچاؤ کانفرنس“ حضرت امیر شریعت مدظلہ کا جرأت مندانہ فیصلہ

”دین بچاو دیش بچاؤ کانفرنس“ گاندھی میدان پٹنہ وقت کا تقاضا اور ملت کی ضرورت ہے، ملک کے تشویش ناک حالات میں امن و انصاف کے علمبردار مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت، بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ و سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے اپنے ایمانی بصیرت اور خداداد جرأت کے ساتھ اس کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا ہے، جس کے پورے ملک پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے، یہ فیصلہ بروقت بھی تھا اور حکمتوں سے لبریز بھی، یہی وجہ ہے کہ ملت کے تمام لوگوں نے اس فیصلہ کا گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا اور سب لوگ اپنے اپنے حلقوں میں کانفرنس کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ ان خیالات کا اظہار مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ و کنوینر وفود کمیٹی برائے ”دین بچاؤ، دیش بچاؤ کانفرنس“ نے اپنے پریس کے لیے جاری بیان میں کیا اور بتایا کہ کانفرنس کی تیاری منظّم طور پر مضبوطی کے ساتھ شروع کر دی گئی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں ایک اہم نشست امارت شرعیہ کے میٹنگ ہال میں زیر صدارت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ و صدر مجلس استقبالیہ ہوئی، جس میں وفود کمیٹی کے تمام معزز ارکان نے شرکت کی اور دوروں کی ترتیب کا کام انجام پایا اور ذمہ داران طے ہوئے، ساتھ ہی ان ذمہ داران کے لیے حلقے اور اضلاع کا تعین ہوا، امارت شرعیہ کے یہ ذمہ داران اپنے مفوضہ حلقوں کے علماء، نقباء، دانشوروں اور سماجی و ملی شخصیات کے تعاون سے کانفرنس کی کامیابی کے لیے تحریک شروع کر کے بلاک کی سطح پر کمیٹی تشکیل دیں گے۔ حلقوں اور ذمہ داروں کی ترتیب کی تجاویز حسب ذیل منظور پائی۔ نالندہ مولانا مفتی وصی احمد قاسمی۔ ارول و بھوج پور مولانا مفتی محمد سہراب ندوی۔ جہان آباد مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی۔ ویشالی، چھپرہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی۔ گیا مولانا قمر انیس قاسمی۔ نوادہ مولانا محمد شبلی القاسمی یہ حضرات پٹنہ کے مذکورہ مضافاتی اضلاع کا دورہ ہولی سے پہلے مکمل کریں گے۔ اور ہولی کے بعد پٹنہ ضلع کے تمام بلاک کا دورہ ہوگا، ان دوروں کی تکمیل کے فوراً بعد دور کے اضلاع کا حسب ذیل تفصیل کے مطابق دورہ ہوگا۔ ۱۔ کشن گنج، پورنیہ، کٹیہار، ارریہ مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب ۲۔ شیخ پورہ، بھاگل پور، مونگیر، بانکا مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب۔ ۳۔ مظفر پور، سیتامڑھی، شیوہر مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب۔ ۴۔ دربھنگہ، سمستی پور، مدھوبنی مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب۔ ۵۔ سہرسہ، سوپول، مدھے پورہ مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی صاحب۔ ۶۔ گوپال گنج، سیوان مولانا سہیل احمد ندوی صاحب۔ ۷۔ مغربی و مشرقی چمپارن مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب ۸۔ روہتاس بھبھوا، بکسر، اورنگ آباد مولانا قمر انیس قاسمی صاحب۔ ۹۔ بیگو سرائے، کھگڑیا مولانا مفتی محمد سہیل احمد قاسمی صاحب ان ذمہ دار علماء کے علاوہ وفود میں بڑی تعداد میں علاقے کے علماء و دانشوران حضرات بھی شریک رہیں گے، وہاں بھی بلاک اور پنچایت کی سطح پر کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی، واضح رہے کہ ان اضلاع میں وہاں کے قضاۃ اور دیگر ملی فکر رکھنے والی شخصیات نے ابھی سے اپنے طور پر کانفرنس کی تیاری شروع کر دی ہے۔

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کو کامیاب بنانا ملی فریضہ

ملک کے موجودہ خطرناک حالات کے مدنظر اجلاس کو تاریخ ساز بنانے کی گذارش

بہار کی راجدھانی پٹنہ کے تاریخی گاندھی میدان میں آئندہ ۱۵؍اپریل کو امارت شرعیہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے تاریخ ساز کانفرنس بعنوان ”دین بچاؤ دیش بچاؤ“ کو کامیاب و با مقصد بنانے کے لئے گذشتہ منگل کو علماء، ائمہ، دانشوران اور سماجی و ملی کارکنان کو ضلع سطحی میٹنگ حضرت مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی مفتی دارالافتاء امارت شرعیہ کی صدارت میں بمقام جامع مسجد کچہری چوک بیگوسرائے منعقد ہوئی، میٹنگ کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا، جبکہ غرض و غایت پر مولانا عبدالعظیم حیدری قاضی شریعت ضلع بیگوسرائے نے روشنی ڈالی، تمام شرکاء نے باتفاق رائے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے اٹھ کھڑے ہونے اور قوم و ملت کو اس کانفرنس کے تعلق سے بیدار کرنے کا عہد کیا، ساتھ ہی کانفرنس کی کامیابی کے لئے علماء کرام، ائمہ داور دانشوران نے کہا کہ ہمارے اکابر ہمیں جس مقام اور جن امور کی انجام دہی کے لئے حکم دیں گے ہم سمع وطاعت کا مظاہرہ کریں گے، شرکاء نے ملک کے موجودہ خطرناک حالات کے پیش نظر تمام ملی، دینی اور رفاہی اداروں اور جماعتوں سے بھی کانفرنس کی کامیابی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی اپیل کی اور مسلمانوں سے کانفرنس میں شرکت کرنے اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کی مسلسل گذارش کرنے کی تجویز منظور کی۔ میٹنگ میں (۱) بیگوسرائے ضلع سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں مسلمانوں کی شرکت یقینی بنانے کے لئے ہر بلاک کے نمائندہ حضرات کو بلاک سطحی کمیٹی تشکیل دینے کی ذمہ داری سونپی گئی، سبھی حضرات بلاک اور پنچایت سطح پر کمیٹیاں بنا کر فوری طور کام شروع کر دینے کا فیصلہ کیا اور کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا اور امارت شرعیہ کے ذمہ دار کی طرف سے جو بھی ہدایتیں ہم لوگوں کو ملیں گی ہم لوگ اپنی سعادت اور ذمہ داری سمجھ کر اسکو پورا کرنے کی کوشش کریں گے (۲) مرکزی حکومت کے طلاق مخالف بل کے خلاف مسلم خواتین کا ضلع سطحی احتجاجی جلوس آئندہ ۲۴؍مارچ بروز سنیچر نکالنے کا فیصلہ لیا گیا اور اس بابت تیاری کے لئے خواتین بیداری احتجاجات بھی منعقد کئے جانے کی تجویز پاس ہوئی، اس میٹنگ میں جن اہم شخصیات نے شرکت کی، ان میں مولانا اظفر الاسلام، مولانا شاہ نواز، مفتی شادات قاسمی، مولانا اشرف قاسمی، آفاق انصاری، محمد فردوس، رضی احمد، مولانا فرحان، قاری رقیم، مولانا رفعت عثمانی، ابوطالب، حافظ اسعد، احمد مجتبیٰ، اکبر، مولانا عبدالرحیم، ماسٹر فاروق اعظم، حافظ شبیر، وصی احمد ایڈوکیٹ، مولانا حشمت، مولانا ظہیر الاسلام، حافظ ولی احمد حسینی، محمد اسلم سرپنچ، مولانا عبدالمجید، مولانا نذرالاسلام، لعل بابو، محمد نوشاد، محمد نور عالم، شکیل احمد، محمد شفیق عالم، شمیم احمد، جاوید کریمی، انتخاب عالم، عبدالحلیم، مفتی شمیم القاسمی، ماسٹر نثار احمد، مولانا غالب ندوی، حافظ آصف، مولانا نظام، محمد نعیم، ماسٹر مبین، سید ظفر عالم، مولانا فیض الرحمٰن، مولانا معروف، مفتی نہال، حافظ عبدالوحید، اختیار احمد، ماسٹر صلاح الدین، حاجی شمشیر، ظل الرحمٰن، مولانا صنور، محمد چاند، محمد نعیم، محمد اسرائیل، قاری وکیل، مولانا پرویز، مولانا شیث عالم، اعجاز احمد عرف منا، قاری فیاض، محمد مستقیم، حافظ کیف الوریٰ، مولانا محفوظ اختر نعمانی، مولانا صابر نظامی، ماسٹر انور احمد رحمانی، مفتی خالد حسین نیموی قاسمی، مفتی شبیر انور قاسمی اپنے اپنے بلاک کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں۔

۲۵؍فروری کو قرآنی مجلس مونگیر کا عظیم الشان اجلاس

حضرت امیر شریعت مدظلہ کا کلیدی خطبہ

قرآنی مجلس مونگیر نے اپنی پندرہ سوویں نشست کو یادگار اور تاریخ ساز بنانے کیلئے رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر میں ۲۵؍فروری ۲۰۱۸ء روز اتوار کو بعد نماز عصر تا سات بجے شب ایک عظیم الشان اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جسمیں دیگر علماء کرام کے خطاب کے ساتھ خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ”موجودہ حالات میں قرآن کا پیغام“ پر کلیدی خطبہ ہوگا۔ یہ اجلاس اس لحاظ سے بھی اہم مانا جا رہا ہے کہ ۲۷؍جنوری کی عظیم الشان خواتین ریلی کے بعد حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی مونگیر آرہے ہیں، مونگیر کی مسلم خواتین نے انکی ہدایت پر تاریخی ریلی کا انعقاد کیا تھا، اور شریعت کیلئے اپنی جان و مال نچھاور کرنے اور مسلم پرسنل لا بورڈ و خانقاہ رحمانی کیلئے اپنی جان فدا کر دینے کا شاندار نمونہ پیش کیا تھا۔ واضح ہو کہ چالیس سال قبل مونگیر کے بزرگوں نے قرآنی مجلس مونگیر کو حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی اور حضرت مولانا سید شمس الحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر کی سرپرستی میں قائم فرمایا تھا، تب سے لیکر ابتک یہ مجلس قائم ہے اور ہر اتوار کو اس مجلس کا انعقاد اس کے ممبران کے یہاں ہوتا ہے، جہاں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور تلاوت کے بعد ترجمہ و تفسیر کا اہتمام ہوتا ہے، اس مجلس میں جامعہ رحمانی کے اساتذہ اور طلبہ کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔ اس سے قبل ۲۰۰۸ء میں قرآنی مجلس مونگیر کی ہزارویں نشست ہوئی تھی اور اسوقت بھی ایک عظیم الشان اجلاس کا اہتمام کیا گیا تھا جسمیں حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کا پر مغز خطاب ہوا تھا۔ قرآنی مجلس کے اراکین کی اپیل ہے کہ اس یادگار اجلاس میں قرآن مجید اور شریعت سے محبت رکھنے والے حضرات شرکت فرما کر اجلاس کو کامیاب بنائیں اور اپنے احباب کو شرکت کیلئے متوجہ فرمائیں۔ مونگیر کی مساجد کے ائمہ حضرات سے بھی گذارش ہے کہ اس کا اعلان نماز جمعہ سے قبل کر دیں۔

Volume:56/66.Issue:10 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony,

فرمایا گڑھول کے حضرت نے اے فخرؔ اک اپنے مخلص سے
کر ضبط فغاں ، فریاد نہ کر ، تأثیر دکھا تقریر نہ کر
(حضرت قاری فخرالدین گیاویؒ)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE **NAQUEEB** *WEEKLY*

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61